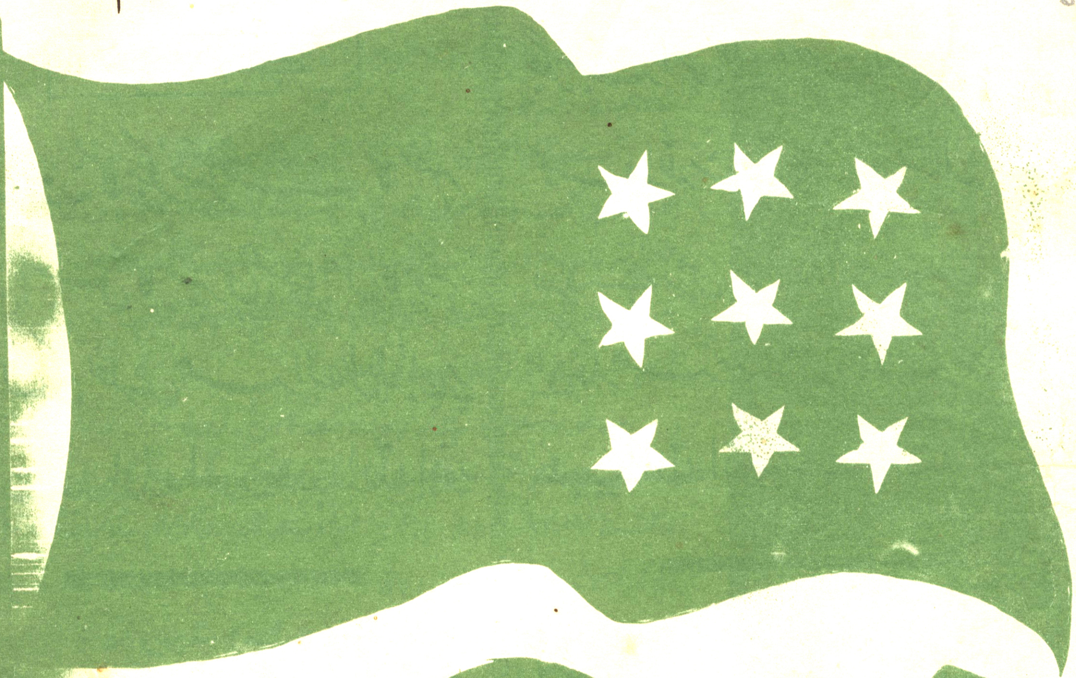
ہفت روزہ

ترجمانِ اسلام

لاہور

رجسٹرڈ ۱



نگرانِ اعلیٰ

مفتی محمود

انتخابی نشان ہل

قیمت : ایک روپیہ پچاس پیسے

۴ تا ۱۰ مارچ ۱۹۷۷ء

ہل ہمارا جیتے گا

شیخ التفسیر مولانا عبید اللہ انور



حبیب جالب

محبت کا پیکر، شرافت کا مظہر
سخن اس کا شیریں، حیا اس کا جوہر
ہر اک کی نظر میں ہر اک کی زباں پر
عبید اللہ انور عبید اللہ انور

جگر بندِ احمد علیؒ، جانِ جاں ہے
عبید اللہ سندھیؒ کا زندہ نشاں ہے
عدو ہے زمیں اور وہ آسماں ہے
یہی ذکر ہر سو، یہی بات گھر گھر
عبید اللہ انور عبید اللہ انور

وہ دستِ ستم سے چھڑائے گا ہم کو
وہ فرعونیت سے بچائے گا ہم کو
وہ ہر حق ہمارا دلائے گا ہم کو
ڈرے جس سے باطل وہ مردِ قلندر
عبید اللہ انور عبید اللہ انور

اُٹھو متحد ہو کے لاہور والو
ذرا ہوش میں آؤ دوشن خیالو
درندوں سے انسانیت کو بچا لو
ہمارا ہے قائد، ہمارا ہے رہبر
عبید اللہ انور عبید اللہ انور

بشکریہ ہفت روزہ چٹان لاہور

اداریہ : ———— اکرام القادری

آخری معرکہ

ماہِ رواں کی سات اور دس تاریخ کو ملک گیر انتخابات کا معرکہ رستا خیز گرم ہونا ہے۔ اس معرکہ میں بنیادی طور پر دو فریق سرگرم عمل ہیں۔ پاکستان قومی اتحاد اور پاکستان پیپلز پارٹی۔ ہر دو فریقوں کی انتخابی مہم نکتہ عروج پر پہونچ چکی ہے۔ اب میدانوں، گلیوں، بازاروں اور شاہراہوں پر زور آزمائی کے بعد پولنگ بوتھ کی چار دیواری میں مقابلے کا وقت آپہونچا ہے۔

اعلانِ انتخابات کی تاریخ سے لے کر تادمِ تحریر جو کچھ دیکھا اور سُنا اگر وہ سب کچھ خواب نہیں ہے (اور ہرگز خواب نہیں ہے) تو بقائمی ہوش و حواس ہر فرد یہ کہہ سکتا ہے کہ پاکستان قومی اتحاد بھاری اکثریت سے جیت رہا ہے۔

پاکستان قومی اتحاد کے رہنماؤں کی آواز پر اتنے سروں کا جمع ہو جانا اور اتنی آوازوں کا یکجا ہو جانا ہم نے نہیں شاید پاکستان کے معرضِ وجود میں آجانے کے بعد سے اب تک کسی نے نہ دیکھا ہو۔ قومی اتحاد کے عظیم اور بہادر رہنماؤں کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے ملک کے دور دراز علاقوں تک عوام کے بحرِ ناپیدکنار میں ایسی دیوانگی، ایسی والہیت، اتنی فریفتگی، اتنی آشفتگی، اس قدر تڑپ اور اس قدر بے تابی شاید چشمِ فلک کو بھی اس سے قبل دیکھنا نصیب نہ ہوئی ہو۔

اب صورت حال یہ ہے کہ عوام کو طاقت کا سرچشمہ قرار دینے والے عوام ہی کے خلاف نبرد آزما ہیں۔ اب پاکستان قومی اتحاد اور پیپلز پارٹی میں مقابلہ نہیں رہا، بلکہ غنڈہ عناصر اور پاکستان قومی اتحاد سے وابستہ عوام کا مقابلہ ہے۔ جرائم پیشہ غنڈوں اور لفنگوں کو عوام کے سامنے لا کر کھڑا کر دیا گیا ہے۔ چند دن کی خاموشی کے بعد اپنے مال و جان کے تحفظ کے لیے عوام غنڈوں سے نمٹنے کے لیے بھی میدان میں کود پڑے ہیں۔ اب غنڈے ہیں کہ پولیس کے سایہ میں چھپتے پھرتے ہیں۔ یا رات کی تاریکی میں نہتے شہریوں پر حملے کر کے اپنی کارکردگی شو کر رہے ہیں۔

مگر نظرِ بظاہر آمریت کے ترکش کا یہ آخری تیر بھی آمریت کے قصرِ بلند کو زمین بوس ہونے سے نہیں بچا سکتا۔ عوام کے سیلاب کا ریلا غنڈوں کو ان کے آقاؤں سمیت بہا کر لے جائے گا۔

اسلامیانِ پاکستان اب تہیہ کر چکے ہیں کہ اسلام اور لادینیت، جمہوریت اور فسطائیت، غنڈہ گردی اور شرافت کے اس مقابلے میں اسلام، جمہوریت اور شرافت ہی کو سر بلند اور سرفراز کریں گے۔

عوام کو اپنا انتخابی نشان اچھی طرح یاد ہے اور وہ انشاء اللہ ہلاکت کی علامت تلوار کی بجائے آبادی و خوشحالی کی علامت "ہل" کو ووٹ دیں گے۔ پاکستانی عوام نے عوامی حکومت کے نام سے پیپلز پارٹی کا پانچ سالہ دورِ بربریت جس کرب و اضطراب کے ساتھ گذارا ہے وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ عوام میں اب اس قدر شعور آگیا ہے کہ وہ اپنے دوست اور دشمن میں تمیز کر سکیں اور اپنے خیر خواہ و بدخواہ کو پہچان سکیں۔ عوام اب نعروں کے پیچھے بھاگنے کی بجائے ٹھوس حقائق کو پسند کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اب پاکستان کے غیور عوام دھونس دھاندلی اور جبر کی ہر کوشش کو ناکام بنانے کا عہد پختہ کیے ہوئے ہیں۔ اب عوام نے بیلٹ پیپر کی حفاظت سے آگے بڑھ کر بیلٹ بکس کی حفاظت کا عزم کر لیا ہے اور یہی جذبۂ شعور زندہ قوموں کی علامت ہے۔



جلد نمبر ۲۰ شمارہ نمبر ۱۰۶۹

جمعۃ المبارک ۴ مارچ ۱۹۷۷ء ۱۳ ربیع الاول

سرپرست
مولانا عبیداللہ انور

مدیر
اکرام القادری

مدیر معاون
عمیر الہاشمی



بدلِ اشتراک
سالانہ ۴۵ ———— روپے
ششماہی ۲۳ ———— روپے
سہ ماہی ———— ۵۰/۱۱ روپے
فی پرچہ
ایک روپیہ

مطبوعات جمعیۃ علماء اسلام پاکستان

پرنٹر پبلشر ... پریس میں چھپا اور مولانا عبیداللہ انور نے شیرانوالہ گیٹ لاہور سے شائع کیا

نمائندہ خصوصی

تعارف بسلسلہ امیدواران قومی و صوبائی اسمبلی

مولانا حامد علی خان

حلقہ نمبر ۱۱۷ ملتان شہر سے پاکستان قومی اتحاد کے امیدوار برائے قومی اسمبلی حضرت مولانا حامد علی خان صاحب ہیں۔ سیاسی اور مذہبی حلقوں میں مولانا کی شخصیت جانی پہچانی ہے۔ اس سے قبل وہ دو مرتبہ قومی اسمبلی کے لیے انتخابات میں حصہ لے چکے ہیں۔ گذشتہ عام انتخابات میں انہوں نے مسٹر ذوالفقار علی بھٹو کا زبردست مقابلہ کیا۔ اس سیٹ پر الیکشن لڑنے والے دیگر امیدواروں کے مقابلے میں کامیاب امیدوار کے بعد مولانا نے سب سے زیادہ ووٹ حاصل کیے۔ اگر ۱۹۷۰ء میں تمام جماعتیں متفقہ طور پہ مولانا کو اپنا امیدوار نامزد کر لیتیں تو ملتان سے بھٹو صاحب کبھی کامیاب نہ ہوتے۔

مولانا حامد علی خان ملتان کی قریشی برادری کے پیر طریقت ہیں۔ خصوصاً روہتک کی قریشی برادری مولانا کی ہر ادا پر جان و دل سے فدا ہے۔ آپ کے اشارۂ ابرو پر اس برادری کا ہر فرد جان نچھاور کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہے۔

مولانا حامد علی خان پیرانہ سالی کے باوجود اپنی الیکشن مہم میں ہمہ وقت مصروف ہیں۔ شب و روز کئی کئی جلسوں سے خطاب کر رہے ہیں، جلوسوں کی قیادت کر رہے ہیں۔ ان کی انتخابی سرگرمیوں کو قریب سے دیکھنے والا کوئی بھی فرد ان کی ہمت مردانہ کی داد دیئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ مولانا کے مدمقابل پی پی پی کے ٹکٹ پر انتخاب لڑنے والے جناب بابو فیروزالدین انصاری ہیں جو منفی شہرت حاصل کرنے میں کافی آگے نکل گئے ہیں۔ یہ وہی ذات شریف ہیں جو گذشتہ دس بارہ سال سے اقتدار کی چوکھٹ سے وابستہ ہونے کے لیے ہاتھ پیر مار رہی ہے۔ قومی اسمبلی کا دروازہ ان کے لیے جوئے شیر لانے سے کم نہیں مگر بابو صاحب میں فرہاد کا حوصلہ ہی نہیں کہ کوہ کنی کی منزل سے گذر سکیں۔

عاجلانہ مفادات کے لیے پارٹیاں بدلنا بابو صاحب کا مشغلہ بن چکا ہے۔ گذشتہ عام انتخابات سے قبل [illegible] پی پی پی میں شامل تھے اور پی پی پی والوں کی روایت کے مطابق علماء کرام کو دشنام دہی کا فریضہ انجام دینے میں پیش پیش تھے۔ پی پی کا ٹکٹ نہ ملا تو جمعیۃ علماء اسلام میں شامل ہو کر علماء کی پناہ حاصل کی۔ جمعیۃ کے ٹکٹ پر انتخاب لڑا اور ناکام ہو گئے۔

تحریک استقلال کا ناقوس بجا تو اس میں آدھمکے لیکن جب اقتدار اور اپوزیشن میں مقابلے کی ٹھنی اور اپوزیشن کا بل بوتا نہ رکھنے والے افراد ایک ایک کر کے اقتدار کے سایہ عاطفت میں جانا شروع ہو گئے تو بابو صاحب بھی اقتدار والوں سے بخت وپز کر کے چپکے سے کھسک گئے اور کسی طرح اس بار پی پی کا ٹکٹ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔

لیکن بابو صاحب کو کب علم تھا کہ اس مرتبہ انہیں پہلے سے زیادہ رسوائی کا سامنا کرنا پڑے گا۔ اور شکست مستقل طور پر ان کا مقدر بن چکی ہے۔

ہماری سروے رپورٹ کے مطابق ملتان کے اس حلقے سے مولانا حامد علی خان کی پوزیشن بے انتہا مضبوط اور مستحکم ہے۔ اور ان کے مریدوں اور عقیدت مندوں کی فوج کے بے تیغ سپاہی اس بے جگری سے الیکشن مہم چلا رہے ہیں کہ مخالف امیدواروں کو ان کے حلقے میں آنے کی جرات تک نہیں ہوتی۔

نورعالم قریشی ایڈووکیٹ

حلقہ نمبر ۱۶۹ پی پی ملتان سے پاکستان قومی اتحاد کے نامزد امیدوار برائے صوبائی اسمبلی جناب نورعالم قریشی ایڈووکیٹ ہیں۔

نور عالم قریشی کو پنجاب گیر شہرت اس وقت حاصل ہوئی تھی جب انہوں نے بھٹو شاہی کے خلاف تحریک بحالی جمہوریت کی مہم میں بھرپور حصہ لیکر اپنی صلاحیتوں کا لوہا اپنے اور بیگانوں سے منوا لیا تھا

یہ وہی موقع ہے جب نور عالم قریشی شمع جمہوریت پر جاں نثار کرنے والے ایک دستے کی قیادت کرتے ہوئے گلے میں قرآن کریم حمائل لیے ہوئے آگے بڑھے تو شقی القلب انسپکٹر پولیس ملتان شیر علی خان نے پولیس کی بھاری جمعیۃ کی موجودگی میں نورعالم قریشی کے گلے سے قرآن شریف چھین کر زمین پر پٹخ دیا تھا اور نور عالم کو تھپڑ رسید کیے تھے۔ نورعالم قریشی نے جیل یاترا کی تشدد برداشت کیے، مگر آمریت کے سامنے سپر انداز نہ ہوتے اور ہوتے بھی کیوں، نور عالم اس قیادت پہ اعتماد رکھتے ہیں جس نے بھٹو آمریت کے ایوانوں میں لرزہ طاری کیا ہوا ہے اور جس کی ایک للکار سے قصر آمریت میں شگاف پڑ جاتے ہیں۔ نور عالم کے قائد، پاکستان قومی اتحاد کے قاید وہ مرد درویش اور مرد حق آگاہ ہیں جنہیں دنیا مفتی محمود کے نام سے جانتی ہے اور جو آج بھی بھٹو صاحب اور ان کے حواریوں پہ خواب خور

باقی ۳۲۵ پر

الیکشن سے پہلے دستبردار ہونے کی صورت میں مجھے بھاری رقم کی پیشکش کی گئی

متواتر ایک ماہ تک برین واشنگ اور میری نوجوان بیٹیوں کو اغوا کرا لینے کی دھمکی دی

پولیس مجھے متعدد مقامات پر لئے پھرتی رہی، بھوکا رکھا اور تشدد کا نشانہ بنایا گیا

حلقہ ۱۶۶ سے قومی اتحاد کے امیدوار عطاء اللہ ملک کی پریس کانفرنس

ملتان ۲۳ فروری (پاکستان رپورٹر) قومی اتحاد کے صوبائی اسمبلی کے امیدوار عطاء اللہ ملک نے دعویٰ کیا ہے کہ صرف ہل کا نشان نہ لینے کے عوض انہیں بھاری رقم کی پیشکش کی گئی۔ یہ بھی کہا گیا کہ سادہ چیک پر میں جس قدر رقم چاہوں حاصل کر لوں۔ لیکن میں نے کوئی سودا بازی نہیں کی۔ انہوں نے کہا کہ وزیر اعلیٰ پنجاب نواب صادق حسین قریشی کے مقابلہ میں دستبرداری کے لئے مجھے پولیس کے اعلیٰ افسروں نے دھمکیاں دیں۔ میرے بیٹے کو ناجائز طور پر گرفتار کر لیا گیا۔ مجھے ضمانت منظور ہونے کے باوجود ۲۲ فروری تک پولیس نے حبس بے جا میں رکھا اور پنجاب کے مختلف شہروں اور پولیس تھانوں میں لئے پھرتی رہی۔ پولیس نے الیکشن سے دستبردار نہ ہونے کی صورت میں میری نوجوان بیٹیوں کو اغوا کرنے کی دھمکی دی۔ اس دوران وزیر اعلیٰ پنجاب نے متعدد بار مجھ سے ملاقات کی کوشش کی لیکن میں نے ہر پیشکش کو ٹھکرا دیا۔ ۲۳ جنوری سے لیکر ۲۲ فروری تک کی طویل روئیداد عطاء اللہ ملک نے آج ایک پرہجوم پریس کانفرنس میں کہی۔ انہوں نے کہا کہ چونکہ میں پاکستان سوشلسٹ پارٹی کا رکن ہوں۔ اسلئے میں نے اپنی پارٹی کے ٹکٹ پر صوبائی اسمبلی کے حلقہ ۱۶۶ ملتان ۸ سے پیپلز پارٹی کے امیدوار وزیر اعلیٰ پنجاب نواب صادق حسین قریشی کے مقابلہ میں انتخاب لڑنے کا فیصلہ کیا۔ ۲۳ جنوری کو تاریخ مقررہ پر میں کاغذات نامزدگی داخل کرنے گیا۔ ریٹرننگ افسر کی عدالت کے قریب پہنچا ہی تھا کہ ہزاروں لوگوں کی موجودگی میں مجھے ایڈیشنل ایس پی نیازی اور انسپکٹر پولیس سی آئی اے محمد حسین نے مجھے پکڑ لیا۔ ڈنڈے مارے جس سے میری ٹانگ زخمی ہو گئی۔ میرے ساتھیوں پر پولیس نے لاٹھی چارج کیا۔ مجھے جیپ میں ڈال کر ملتان سے چالیس میل دور ایک اجاڑ سے دیہات میں لے جایا گیا۔ رات گیارہ بجے تک ایک شکستہ سے کمرہ میں رکھا گیا۔ صبح سے لیکر اس وقت کھانے کو کچھ نہ دیا گیا۔ گیارہ بجے رات کے بعد انسپکٹر سی آئی اے محمد حسین میرے پاس آیا اور مجھے حکم دیا کہ چلو مجھے پھر اسی جیپ میں بٹھا کر ملتان کی جانب لایا گیا۔ کوٹ گولہ فیکٹری ملتان کے قریب جیپ کا پٹرول ختم ہو گیا۔ ڈرائیور نے پیپلز پارٹی کے صوبائی اسمبلی کے امیدوار رضی شاہ گردیزی کے نام پر پٹرول حاصل کیا۔ ایک بجے رات پولیس مجھے ایس ایچ او تھانہ پرانی کوتوالی چوہدری صابر حسین کے حوالے کر گئی۔ مجھے حوالات میں بند کر دیا گیا۔ یخ سردی میں ٹھٹھر رہا تھا۔ سنتری کو قدرے رحم آیا تو اس نے ساڑھے تین بجے ایک لحاف لا کر دیا۔ ۲۹ جنوری تک اسی حوالات میں رکھا گیا اور میری برین واشنگ ہوتی رہی۔ تین اعلیٰ پولیس آفیسر مجھے مجبور کرتے رہے کہ میں الیکشن سے دستبردار ہو جاؤں۔ مجھے بتایا گیا کہ میرے برادر نسبتی حافظ دوست محمد اے ایس آئی کو مجھ پر دباؤ ڈالنے کے لئے ساہیوال سے بلوایا گیا ہے۔ میری اس سے ملاقات کرائی گئی۔ حافظ دوست محمد نے اپنی ملازمت کا واسطہ دیکر منت سماجت کی کہ میں انتخاب سے دستبردار ہو جاؤں میرے انکار پر اس نے دھمکی دی کہ وہ لمبا ہے اور میری بچیوں کو اپنے ساتھ لے جائے گا۔ جو پھر کبھی واپس نہ آئینگی۔ میری بیوی کو جب اس بات کا پتہ چلا تو وہ تھانے پہنچ گئی۔ اور اپنے بھائی کو ملعون کیا اور کہا کہ اگر افسر اسے تنگ کرتے ہیں۔ تو وہ ملازمت سے استعفیٰ دے دے۔ لیکن اس معاملہ میں ٹانگ نہ اڑائے۔ میں نے اپنی بیوی کو گھر بھیج دیا۔ کچھ دیر کے بعد ڈی ایس پی بستی نے پھر میری برین واشنگ شروع کر دی۔ شام کو سب انسپکٹر صابر حسین نے مجھے مژدہ سنایا کہ ۹ فروری کو میری ضمانت منظور ہو جائیگی۔ اور اسی روز مجھے رہا کر دیا جائیگا۔ چنانچہ اسی روز میری ضمانت منظور ہو گئی۔ میرے احباب تھانہ پہنچے تو انہیں یہ کہہ کر واپس بھیج دیا گیا کہ ابھی ملک صاحب کو گھر پہنچا دیا جائے گا۔ لیکن اسی شام ایک اور مقدمہ میں مجھے ملوث کر دیا گیا۔ تین بجے رات گئے تک مجھے مجبور کیا جاتا رہا کہ میں انتخاب سے دستبردار ہو جاؤں۔ جب میں نے پوری طرح انکار کیا تو مجھے دھمکی دی گئی کہ تمہاری نوجوان بیٹیوں کو اغوا کرا لیا جائے گا۔ میں نے پھر بھی انکار کیا۔ تھانہ پرانی کوتوالی کے تفتیشی کمرہ میں جہاں تشدد کیا جاتا ہے مجھے اور میرے برادر نسبتی حافظ دوست محمد اے ایس آئی کو چھ روز تک رکھا گیا۔ اور ہر قسم کے حربے استعمال کئے۔ مجھے خطرہ لاحق ہو گیا کہ مجھے پولیس مقابلہ ظاہر کر کے موت کے گھاٹ اتار دیا جائے گا۔ اس خدشہ کے پیش نظر میں نے کسی ذریعہ سے امیر شریعت عطاء اللہ بخاری مرحوم کی بیوہ کو پیغام بھجوایا کہ مجھے عنقریب قتل کر دیا جائے گا اگر میری لاش ورثا کے سپرد کر دی جائے تو مجھے امیر شریعت کے قدموں میں سپرد خاک کر دیا جائے۔ دوسرے روز میرے ایک عزیز اشرف راہی کو جو میرے تائید کنندہ ہیں۔ تھانے لایا گیا۔ اشرف راہی اور مجھے تھانہ الپہ لے جایا گیا۔ چھ روز تک ہمیں بارک نمبر ۲ میں رکھا گیا۔ دو روز تک بھوکا پیاسا رکھا گیا۔ دوسرے روز رات گئے تک کھانا دیا گیا۔ میری ٹانگ پر مرہم پٹی نہ کی گئی۔ میں نے صابر حسین سب انسپکٹر کو کہا کہ اگر میرا علاج نہ کیا گیا تو میں بھوک ہڑتال کر دوں گا چھٹے روز مجھے واپس تھانہ پرانی کوتوالی ملتان لایا گیا۔ میرے اصرار پر مجھے طبی امداد کے لئے ہسپتال لے جایا گیا۔ جہاں ڈاکٹر نے بتایا کہ ہسپتال میں داخلہ لینا پڑے گا۔ ڈاکٹر کے اس مشورے کے باوجود پولیس بغیر چیک کرائے واپس تھانہ کوتوالی لے آئی۔ مجھے اور میرے عزیز اشرف راہی کو صابر حسین کے ذاتی مکان میں لے جا کر مجبور کیا گیا کہ میں اپنے تجویز کنندہ ملک بشیر کو بلواؤں لیکن میں نے ان سے متعلق لاعلمی کا اظہار کیا۔ تھانہ میں بتایا گیا کہ پولیس نے میرے بیٹے مطیع الرحمان کو گرفتار کر لیا ہے۔ اس کی ٹانگ پر چاقو کے زخم کے نشان ہیں۔ پولیس جیپ کی عقبی گیٹ میں ہاتھوں اور پاؤں میں ہتھکڑی باندھ کر میرے بیٹے کو تین روز تک بھوکا پیاسا چارپائی سے باندھ کر رکھا گیا۔ مجھے اس تشدد کی ایک پولیس افسر کے ذریعے اطلاع دی گئی اور کہا گیا کہ اپنے خاندان کی بھلائی چاہتے ہو تو اب بھی الیکشن سے دستبردار ہو جاؤ۔ جس پر میں نے جواب دیا کہ عطاء اللہ مینگل کا بیٹا اسد اللہ مینگل غائب ہے؛ اگر اس کا باپ یہ زخم برداشت کر چکا ہے۔ تو میرے بیٹے کو گولی مار دو میں الیکشن سے ہرگز دستبردار نہ ہوں گا۔ اس دوران میری ٹانگ میں درد ہو گیا میں نے قومی اتحاد کے قومی اسمبلی کے امیدوار مولانا حامد علی خان کو پیغام بھجوایا کہ رہائی تو قسمت پر ہوگی میرے علاج معالجہ کا انتظام کیا جائے۔ چنانچہ مولانا نے ڈپٹی انسپکٹر جنرل پولیس ملتان سے رابطہ کیا اور ان کی اجازت سے قومی اتحاد کے رہنما احمد

نعمان وسانی تھانہ پہنچے تو سب انسپکٹر نے کہا کہ کل صبح ملک صاحب کو ہسپتال لے جایا جائے گا۔ لیکن دوسرے روز تھانہ میں ہی پیش کر دی گئی سب انسپکٹر صابر حسین ساہیوال لے گیا اور مجھے اپنی ذاتی مکان نئی آبادی ساہیوال میں رکھا شام کے قریب ڈی ایس پی سٹی ملتان کے ایک زمیندار ملک اسحاق بچہ کو اپنے ساتھ ساہیوال لایا۔ اُس سے میری ایک کمرے میں ملاقات کرائی گئی جس نے غیر ملکی شراب کی بوتل نکالی اور مجھے شراب پینے کی دعوت دی میں نے انکار کیا تو ملک اسحاق بچہ نے میرے پیر پکڑ لئے اور کہا کہ وزیر اعلیٰ پنجاب کے پی اے۔ اس کے ساتھ ہیں۔ اور مجھے کہا میں ان کے ساتھ لاہور جاؤں، صوبائی وزیر اعلیٰ نواب صادق حسین قریشی مجھ سے ملاقات کے خواہشمند ہیں: نواب صاحب نے اپنے پی اے کو مجبور کیا ہے کہ وہ ملک صاحب کو ساتھ لائیں۔ میں نے یہ پیشکش ٹھکرا دی اور وزیر اعلیٰ کو ملنے سے انکار کر دیا۔ مجھے بتایا گیا کہ ملک اسحاق بچہ کے ساتھ [illegible] میں متعدد افراد آئے ہوئے ہیں۔ جو شراب کے نشہ میں دھت اور آتشیں اسلحہ سے لیس ہیں۔ مجھے محسوس ہوا کہ لاہور لے جانے کا بہانہ تلاش کر جان سے مار دیا جائے گا۔ بعد میں سب انسپکٹر صابر حسین نے بھی منت سماجت کی کہ میں لاہور چلوں وہ مجھے بحفاظت اپنی سرکاری جیپ میں لے جائے گا۔ اور ہر قسم کا تحفظ دے گا میں نے تھانیدار کو دھمکی دی کہ پریس اور عوام [illegible] ظاہر ہے کہ میں پولیس کی تحویل میں ہوں اگر مجھے قتل کر دیا گیا تو قتل کے مقدمہ زیر دفعہ ۳۰۲ ت پ میں تم بھی ملوث ہو گے۔ یہ بات تھانیدار پر کام کر گئی اور اس نے مجھے اس خوف سے کہیں زمیندار اسحاق بچہ مجھے جبراً اٹھا نہ لے جائے۔ کسی اور مکان میں منتقل کر دیا ۲۷ فروری کو انتہائی رازدارانہ انداز میں اپنی جیپ میں پولیس لائن ملتان لے آیا ملتان سے مجھے مظفر گڑھ لے جایا گیا جہاں ایک نامعلوم مقام پر ایک کمرہ میں بند کر لیا گیا ۲۳ فروری کو بارہ بجے دوپہر ملتان کا ایک دوست میرے پاس آیا جس کا میں نام لینا مناسب نہیں سمجھتا میرے پاس مظفر گڑھ پہنچا انتخابی [illegible] تک مجھ پہ ہونے والے تشدد پر [illegible] بہانا رہا اور معذرت کی اور ایک اور کوشش کے طور پر اُس نے گلوگیر آواز میں درخواست کی کہ ایک بار میں نواب صادق حسین قریشی سے ضرور ملاقات کروں۔ میں نے جب صاف انکار کر دیا تو اس شخص نے ایک اور پیشکش اور اصرار کیا کہ اگر الیکشن سے دستبردار نہیں ہوتا تو کم از کم اتنا ضرور کروں کہ الیکشن میں سوشلسٹ پارٹی کا پہیہ انتخابی نشان حاصل کروں۔ نشان ہل کا تقاضا نہ کروں میں چند ساعت خاموش رہا بعد میں کہا کہ ایک ماہ تک محبوس رہنے کی وجہ سے میں تمام حالات سے بے خبر ہوں پولیس کی تحویل سے رہائی کے بعد فیصلہ کروں گا کہ مجھے کونسا انتخابی نشان حاصل کرنا ہے۔ اس شخص نے پیشکش کی کہ ہل کا انتخابی نشان حاصل نہ کرنے کی صورت میں بھاری رقم دی جا سکتی ہے۔ اس نے یہ بھی کہا کہ آپ کو سادہ چیک پیش کر دیا جائے گا: بے شک جس قدر رقم چاہوں بنک سے حاصل کر لوں میں نے حالات کے پیش نظر یہ کہہ کر اپنے دوست کو ٹال دیا کہ میں چونکہ سوشلسٹ پارٹی کا امیدوار ہوں اس لئے اپنا انتخابی نشان پہیہ ہی حاصل کروں گا وہ شخص چلا گیا اور ۲۲ فروری کو ساڑھے چار بجے شام مجھے پولیس وین چوک کچہری ملتان میں چھوڑ کر چلی گئی میں کچہری پہنچا اور ریٹرننگ افسر کے پیش ہو کر کاغذات نامزدگی داخل کئے اور ہل کا انتخابی نشان طلب کیا جو الاٹ کر دیا گیا ملک عطاء اللہ نے کہا کہ اب بھی پولیس انہیں تلاش کر رہی ہے میرے رشتہ داروں اور گھر والوں کو تنگ کیا جا رہا ہے:

الطاف حسین سرکولیشن منیجر کے قلم سے

بسلسلہ تعارف امیدواران پاکستان قومی اتحاد

برائے قومی و صوبائی اسمبلی

مولانا منظور احمد چنیوٹی نامور عالم دین ہیں۔ جو نہ صرف پاکستان بلکہ اسلامی ممالک میں بھی ایک منفرد مقام کے حامل ہیں۔ پنجاب صوبائی اسمبلی چنیوٹ کی نشست سے قومی اتحاد کے ٹکٹ پر انتخاب لڑ رہے ہیں۔

مولانا منظور احمد چنیوٹی نے دینی تعلیم کی تکمیل حضرت عبداللہ درخواستی، حضرت مولانا یوسف بنوری، حضرت مولانا عبدالرحمٰن کیمبلپوری، حضرت مولانا محمد بدر عالم جیسے بلند پایہ اساتذہ کی نگرانی میں کی۔ دینی تعلیم کی تکمیل کے بعد آپ نے ۱۹۵۲ء میں فنِ مناظرہ بسلسلہ مرزائیت کی تردید کی سند ملتان کے دارالمبلغین سے حاصل کی۔ یہاں پر آپ کے استاد محترم حضرت مولانا محمد حیات فاتح قادیان تھے۔ ۱۹۵۲ء سے لے کر آج تک دینی، تعلیمی، تبلیغی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ابتداً میں دو سال سرگودھا کے مشہور دینی ادارہ دارالہدیٰ میں تدریس کے فرائض انجام دیئے ۱۹۵۴ء میں جامعہ عربیہ چنیوٹ کی بنیاد رکھی۔

دراصل یہ اسلامی ادارہ مرزائیوں کے ادارہ جامعہ احمدیہ کا توڑ ہے۔ مرزائیوں نے اپنے ادارہ میں میٹرک تک تیاری۔ ادیب عربی، عالم عربی، فاضل عربی کے نصاب رکھے۔ تاکہ مسلمان طلباء بھی اسناد حاصل کرنے کی لالچ میں اس ادارہ کی طرف آئیں۔ اور بالآخر مرزائیت کے جال میں پھنس جائیں۔ کیونکہ مولانا چنیوٹی کا شروع ہی سے یہ مسلک رہا ہے۔ کہ مرزائیوں کو اس ملک میں پنپنے کا موقع نہ دیا جائے۔ اسی غرض سے مولانا نے اپنے مدرسہ میں ان تمام نصاب کا بندوبست کیا تاکہ غریب اور مسلمان طلباء مرزائیوں کے چکر میں نہ آئیں۔

یہ ادارہ پاکستان میں اپنی نوعیت کا واحد ادارہ ہے ملکی سطح پر مشہور بھی اسی وجہ سے ہے۔ اسی طرح مولانا چنیوٹی صاحب نے مرزائیوں کے ادارہ اصلاح و ارشاد ربوہ کا توڑ بھی کیا۔ جو کہ مرزائیوں کے قبضہ پر دگرام کو تبلیغ و تحریر سے بڑھانے کے متعلق ہے۔

مولانا نے مشہور تبلیغی ادارہ "ادارہ مرکزیہ دعوت و ارشاد" قائم کیا۔ جس نے نبوت کے جھوٹے دعویداروں کے پروگرام کو پاش پاش کر کے رکھ دیا۔ مولانا چنیوٹی فاتح ربوہ کے نام سے بھی پکارے جاتے ہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ مولانا چنیوٹی نے مرزائیوں کے خلیفہ مرزا بشیر الدین کو ۶ جنوری ۱۹۵۶ء کو بذریعہ رجسٹرڈ لیٹر مباہلہ کی دعوت دی (مباہلہ دو مختلف عقائد رکھنے والوں کا ایک جگہ اکٹھے ہو کر صدق دل سے دعا مانگنا ہوتا ہے۔ کہ جو جھوٹا ہے وہ وہیں غرق ہو جائے)۔ اس خط میں مولانا چنیوٹی نے مرزا بشیر کو مباہلہ کے لئے تاریخ اور جگہ منتخب کرنے کا اختیار دیا۔ لیکن جب ۷ سال تک انہوں نے کوئی جواب نہ دیا تو مولانا چنیوٹی ۲۹ دسمبر ۱۹۶۲ء کو ایک خط کے ذریعے مرزائیوں کو آگاہ کیا۔ کیونکہ تم نے مباہلہ کے لئے کوئی تاریخ اور جگہ مقرر نہیں کی۔ اس لئے مجھے حق حاصل ہے کہ میں جگہ اور تاریخ مقرر کر دوں۔ اور ساتھ ہی۔ ۲۶ فروری ۱۹۶۳ء کی تاریخ مقرر کی۔ اس روز۔ عیدالفطر تھی۔ اور جگہ دریائے چناب کے دونوں پلوں کے درمیان والی مقرر کی۔ ساتھ ہی یہ بھی لکھا کہ اگر یہ جگہ اور تاریخ منظور نہ ہو۔ تو ایک ماہ کے اندر متبادل جگہ اور تاریخ مقرر کر کے آگاہ کر سکتے ہیں۔ لیکن ان تلوں میں تیل کہاں تھا۔ ان کا ذبوں نے مقابلہ میں آنے کی بجائے ڈی۔ سی جھنگ کو یہ شکایت کی کہ مولانا چنیوٹی عیدالفطر کے روز ہم پر ربوہ میں حملہ کرنے والے ہیں۔ ۲۳ فروری کو ڈی۔ سی جھنگ نے مولانا کو بلایا۔ آپ نے مباہلہ والی بات سنائی۔ اور کہا کہ اگر مرزائی تحریری طور پر معافی مانگیں اور اپنے لٹریچر میں مباہلہ کا آئندہ ذکر نہ کریں۔ یہ یاد رہے کہ ان بدبختوں نے اپنے رسالہ الفضل میں ایک دفعہ لکھا۔ کہ ہمارے نبی مرزا غلام احمد نے تمام علماء کو مباہلہ کی دعوت دی تھی۔ حالانکہ مولانا محمد حسین نے یہ دعوت قبول کر لی تھی۔ اور انہوں نے ڈی۔ سی سیالکوٹ کو تحریری معافی لکھ کر اس سے جان چھڑائی تھی۔ لیکن ڈی۔ سی جھنگ نے انہیں کسی قسم کی تکلیف دینا گوارا نہ کی۔ بلکہ ضلع میں دفعہ ۱۴۴ نافذ کر دی۔ لیکن مولانا چنیوٹی کب ٹلنے والے تھے۔

آپ تو اپنے ارادوں میں چٹان واقع ہوئے ہیں مولانا آپ پروگرام کے مطابق عیدالفطر کی نماز کے بعد مقررہ جگہ کی طرف بمعہ تین ساتھیوں کے روانہ ہو گئے۔ مولانا کی طرف سے یہ چیلنج تھا کہ اگر کوئی فریق ظہر کی نماز تک دریائے چناب کے پل پر نہ پہنچے تو وہ شکست خوردہ تسلیم کیا جائے گا۔ لیکن مولانا نے تو ان کا نمازِ عصر تک انتظار کیا۔ لیکن انہوں نے نہیں آنا تھا۔ اس لئے نہ آئے۔ اس وقت کافی لوگ دریا کے پل پر پہنچ چکے تھے۔ پھر مولانا نے جلوس کی شکل میں ایک فاتح کی حیثیت سے چنیوٹ میں داخل ہوئے۔ پولیس نے مولانا کو دفعہ ۱۴۴ کی خلاف ورزی پر گرفتار کر لیا آپ تو یہی چاہتے تھے کہ لیکن پولیس سمجھ گئی کہ یہ بات تو ریکارڈ میں آجائے گی۔ اور مرزائیت کی شکست کا ثبوت مولانا کے پاس موجود رہے گا۔ اس لئے انہوں نے مولانا کو رہا کر دیا۔ لیکن اس دن سے مولانا فاتح ربوہ کے نام سے پکارے جاتے ہیں۔

مولانا نے مرزائیوں کو پاکستان میں اقلیت قرار دلوانے میں اہم کردار ادا کیا۔ اور ہر سال مرزائیوں کے سالانہ اجتماع کے موقع پر چنیوٹ میں ختم نبوت کانفرنس منعقد کرواتے ہیں۔ آپ نے مختلف اسلامی ممالک میں بنفس نفیس جا کر اس مرتد و کاذب فرقہ کی اسلام دشمن مشن سے آگاہ کیا۔ اس سلسلہ میں آپ نے سعودی عرب، کویت۔ ابوظہبی بحرین

کے ممالک کا دورہ کیا۔ سعودی عرب میں جب مرزائیوں کے داخلہ پر مکمل پابندی لگائی گئی۔ تو حکومت سعودیہ نے مولانا کو شکریہ کا خط ارسال کیا۔ حال ہی میں آٹھ افریقی ملکوں کا کامیاب دورہ کیا۔ اور مرزائیوں کو پے در پے شکستیں دیں۔ جو ترجمان اسلام میں چھپ چکی ہیں۔ ۱۹۵۳ء سے لے کر اب تک بیسیوں بار گرفتار ہوئے۔ درجنوں مقدمات بنے اب بھی ۱۴ مقدمات چل رہے ہیں۔ اور سالہا سال سے جمعیت کے پرچم تلے اسلام کی سربلندی کے لئے کوشاں ہیں۔ اور ہر دور میں باطل قوتوں کا ڈٹ کر مقابلہ کرتے ہیں اور مولانا کی حیثیت بقول شورش کچھ اس طرح ہے۔

ہر حال میں ہر دور میں تابندہ رہا ہوں۔

جہانگیر شیخ ایڈوکیٹ

صوبائی اسمبلی ۱۴۵ سرگودھا

جہانگیر شیخ سرگودھا کے جواں سال وکیل ہیں۔ جمعیت علماءِ اسلام کے محنتی اور مخلص کارکن ہیں۔ پاکستان قومی اتحاد کے ٹکٹ پر صوبائی اسمبلی ۱۴۵ سرگودھا سے انتخاب لڑ رہے ہیں۔

جہانگیر شیخ صاحب نے گورنمنٹ کالج سرگودھا سے بی۔ اے کا امتحان پاس کیا۔ ۱۹۶۹ء میں ایوبی آمریت کے خلاف تحریک میں بھرپور حصہ لیا۔ اور اس سلسلہ میں ایک ماہ تک جیل میں رہے۔ ۱۹۷۱ء میں ایل ایل بی سندھ مسلم لاء کالج کراچی سے فرسٹ ڈویژن میں ڈگری حاصل کی۔ اور سرگودھا میں پریکٹس شروع کردی۔ تحریکِ ختمِ نبوت میں بھرپور حصہ لیا۔ تحریکِ بحالی جمہوریت میں بھی آپ کا کردار نمایاں رہا ہے۔ آئین میں چوتھی اور پانچویں ترمیم کے خلاف وکلاء کے جلوس کی قیادت کی۔ جمعیت علماءِ اسلام سے ان کی وابستگی بچپن ہی سے ہے۔ اور جمعیت علماءِ اسلام سرگودھا کے ناظم اعلیٰ ہیں۔

> انتخابی سرگرمیوں کے باعث آیندہ شمارہ شائع نہیں ہوگا

مولانا محمد اکرم ایم۔ این۔ اے

۴۶۔ پنڈدادن خاں ضلع جہلم

مولانا محمد اکرم صاحب ممتاز عالم دین ہیں اور جمعیت علماءِ اسلام ضلع جہلم کے نائب امیر ہیں۔ اس سے پہلے امارت کے فرائض انجام دیتے رہے ہیں۔ پاکستان قومی اتحاد کے نامزد امیدوار کی حیثیت سے قومی اسمبلی ۴۶ کے لئے الیکشن لڑ رہے ہیں۔ آپ نے ابتدائی تعلیم جہاوریاں سے حضرت گنگوہی کے خاص شاگرد حضرت مولانا محمد رفیق صاحب سے حاصل کی۔ اور دورہ حدیث مولانا مفتی کفائیت اللہ سے مکمل کیا۔ سیاسی زندگی کا آغاز احرار میں شمولیت سے کیا۔ اور حضرت عطاء اللہ شاہ بخاری اور حضرت مولانا حبیب الرحمٰن لدھیانوی سے خاص تعلق رہا۔ جب قیام پاکستان کے بعد احرار نے شعبہ ختمِ نبوت الگ کر دیا۔ تو آپ بھی اس ادارہ کے لئے خوب کام کیا۔ ۱۹۵۳ء کی تحریکِ ختمِ نبوت میں گرفتار ہوئے۔ اور کئی ماہ تک ساہیوال جیل میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ اور جب اسیروں کو حکومت نے رہا کیا۔ تو آپ بھی رہا ہوئے۔ ۱۹۷۴ء کی تحریکِ ختمِ نبوت میں پنڈدادن خاں سے سب سے پہلے گرفتاری مولانا کی ہوئی۔ اور ایک ماہ بعد رہائی پائی۔ مولانا کا مقابلہ پیپلز پارٹی کے مسعود الحسن بھٹی سے ہے۔ جن کی علاقہ میں کوئی پوزیشن نہیں ہے۔

قاری اسد اللہ عباسی

امیدوار صوبائی اسمبلی حلقہ مری ۸

الحاج قاری اسد اللہ عباسی جمعیت علماء اسلام تحصیل مری کے امیر ہیں عباسی صاحب جواں سال عالم دین بے باک و شعلہ نوا مقرر اور عوام میں انتہائی عزت و تکریم کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ کیونکہ قاری صاحب عوام کے ہر دکھ درد میں ان کے ہمراہ ہوتے ہیں۔

عباسی صاحب نے ابتدائی تعلیم روات میں حاصل کی۔ میٹرک کا امتحان دلی سے پاس کیا علوم دینیہ کی تشنگی پاکستان کی مشہور دینی اداروں سے بجھائی۔ خیر المدارس ملتان سے شعبہ تجوید، مخزن العلوم خان پور سے دورہ تفسیر اور دار العلوم حقانیہ اکوڑہ خٹک سے عربی کتب پڑھیں۔

تعلیم سے فراغت پاکر دینی و سیاسی خدمات میں سرگرم عمل ہو گئے۔ شروع میں ۶ سال نوشہرہ میں گزارے۔ اور تدریسی میدان میں گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ ۱۹۷۱ء کو حج بیت اللہ کی سعادت حاصل کرنے کے بعد جامع مسجد شرقیہ مری میں بحیثیت خطیب مقرر ہوئے۔ یہیں سے عباسی صاحب نے ملک و ملت کی خدمات کے لئے کام کی رفتار تیز کر دی۔ آپ کو تحصیل مری جمعیت علماء اسلام کا امیر چنا گیا۔ مری میں جمعیت کی تنظیم کو از سرِ نو منظم کیا۔ اور مری کو ۱۵ یونٹوں میں تقسیم کیا۔ تاکہ کام ترتیب سے کیا جائے۔ انہی خدمات کی وجہ سے جمعیت علماءِ اسلام ضلع راولپنڈی کے نائب امیر کا عہدہ بھی آپ کے سپرد کر دیا۔

مری میں مدارس قرآنیہ کی تعداد ستر تک کر دی گئی۔ اور مولانا اسد اللہ عباسی کو انجمن مدارس قرآنیہ مری کا صدر بنا دیا گیا۔ علاوہ ازیں مسلک علماءِ دیوبند کے فروغ و ترقی کے لئے ایک ادارہ اشاعتِ اسلام قائم کیا۔ جس کی امارت کا بوجھ بھی مولانا عباسی نے اُٹھایا۔

۱۹۷۴ء میں تحریکِ ختمِ نبوت میں نمایاں کردار سرانجام دیا۔ ناموسِ رسول ﷺ کے تحفظ کے لئے دفتر جمعیت اور جامع مسجد شرقیہ کو مرکز بنا کر بھرپور کام کیا۔ مری میں مرزائیوں کا مکمل طور پر جنازہ نکال دیا گیا۔ یہاں ان کا ایک معبد تھا۔ جس پر قبضہ کر کے نئے سرے سے اسے مسجد ختمِ نبوت میں تبدیل کر دیا۔ جو اب اسلام کے لئے ایک اور مرکز کی حیثیت حاصل کر چکی ہے۔

باطل کا جنازہ نکالنے حق وصداقت کی صدا بلند کرنے کی پاداش میں ڈسٹرکٹ جیل میں ۱۵ روز گزارے اس تحریک کے دوران مولانا عباسی پر چھ مقدمات بنائے گئے - ۵ مقدمات وزیراعظم کے کہنے پر واپس لئے گئے - ایک مقدمہ کا فیصلہ آپ کے حق میں رہا۔

مری میں رمضان المبارک میں تمام ہوٹل و دیگر کھانے پینے سے متعلقہ دکانیں مکمل بند رہتی ہیں - اس سلسلہ میں قاری اسد اللہ عباسی کے ساتھ مرحبا ہوٹل کے مالکان حاجی محمد یعقوب، حاجی - عبدالرزاق کا تعاون شامل رہتا ہے -

قاری اسد اللہ اتحاد کے جواں سال کارکنوں سے مل کر بہت بھرپور طریقے سے انتخابی مہم چلا رہے ہیں - ہر روز چار جلسے پہاڑی علاقوں میں انفرادی - ملاقاتیں اور کارنر میٹنگز پروگرام میں شامل ہیں - آپ کے مقابلہ میں بابو محمد حنیف پیپلز پارٹی کے ٹکٹ پر انتخاب میں حصہ لے رہے ہیں - جو کہ پہلے بھی اسی علاقہ کے ایم - پی - اے رہے ہیں - لیکن علاقہ کے مسائل پر توجہ کے لئے ان کو کبھی وقت بھی نہیں ملا - اور نہ ہی علاقہ کی ترقی کے لئے اسمبلی میں کوئی آواز بلند کرنے کی زحمت گوارا کی -

اگر بھٹو صاحب نے الیکشن منصفانہ کرایا تو بابو حنیف کی ضمانت ضبط ہو جائے گی - اور عوام اُن سے دھاندلیوں کا پورا پورا حساب لیں گے -

چودھری فضل الٰہی تاجپوری

امیدوار صوبائی اسمبلی ۱۹ دینہ ضلع جہلم۔

چودھری فضل الٰہی تاج پوری دینہ کی مشہور سماجی شخصیت ہیں - آپ کی شرافت دیانتداری خدمت ومحنت کے دشمن بھی معترف ہیں - ویسے تو ان کا کوئی علاقہ بھی مخالف نہیں ہے - لیکن سیاست میں قدم رکھنے کی وجہ سے کچھ لوگ آپ کے مخالف بن گئے ہیں - لیکن ابھی نجی ملاقاتوں میں چودھری صاحب کی تعریف ہی کرتے ہیں - کیونکہ چودھری صاحب نے ایک قلیل عرصہ میں اہل علاقہ کی بےلوث خدمت کی ہے - ضرورت مند کبھی آپ کی چوکھٹ سے مایوس نہیں لوٹا - غرباء کی خدمت ان کا مسلک بن چکا تھا - اور دین کی خدمت ان کا شعار ہے - آپ کا ظاہر و باطن ایک ہے -

چودھری فضل الٰہی ایک معزز دینی و علمی خاندان کے فرد ہیں - آپ کے والد گرامی چودھری دیوان علی دیندار آدمی خاص طور پر علماء دیوبند کے دلدادہ تھے - اللہ تعالیٰ نے چودھری صاحب کے خاندان کو مالی طور پر کافی خوشحال کیا - یہی وجہ ہے کہ چودھری فضل الٰہی تاجپوری نے اپنے سرمایہ کو عوام کی میراث سمجھا - اور جہاں بھی عوامی فلاح کے لئے رقم کی ضرورت ہوئی ہے - بے دریغ خرچ کیا - پچھلے دنوں حکومت کو یہاں تک کہہ دیا - کہ اگر آپ دینہ میں کوئی ہسپتال کھولیں - تو سردست بندہ پچاس ہزار روپے نقد پیش کر سکتا ہے - اور آئندہ جو بھی خدمت ہوگی - کرتا رہے گا -

آپ کا آبائی گاؤں تاج پور ہے جو کہ آزاد کشمیر کے میرپور ضلع کی تحصیل ہے - میٹرک تک آپ نے تعلیم وہیں سے پائی - آپ کے والد صاحب باوجود دولت کی فراوانی کے آپ کو دینی تعلیم دلوانے کے ارادہ پر مضبوطی سے قائم تھے - کیونکہ علماء دیوبند کے آپ بے حد شیدائی تھے اس لئے آپ کے والد نے آپ کو دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے دارالعلوم دیوبند کے لئے روانہ کیا جناب چودھری صاحب حضرت مدنی رح سے بہت متاثر ہوئے - اور حضرت کی فہم و فراست سے اپنی جھولی بھری - وہی چیز آج تک - چودھری صاحب کا سرمایہ افتخار ہے تقسیم ہند کی وجہ سے دیوبند سے تعلیم مکمل نہ کر سکے - اور بقیہ تعلیم گجرات میں آکر مکمل کی - آپ کے والد صاحب کے پروگرام میں تھا - کہ ان کے صاحب زادے اپنے علاقہ میں ایک مثالی دینی درسگاہ قائم کریں - اس مقصد کے لئے انہوں نے کثیر نایاب و نادر کتب کا ایک ذخیرہ چودھری صاحب کے لئے جمع کیا - جو آج بھی چودھری صاحب کے لئے بہترین سرمایہ کی حیثیت رکھتے ہیں - لیکن قضائے الٰہی سے آپ کے والد صاحب ۱۹۵۸ء میں انتقال کر گئے - اور اپنی زندگی میں ان کی خواہش پوری نہ ہو سکی -

۱۹۶۴ء میں چودھری صاحب تاجپور سے دینہ ضلع جہلم میں رہائش پذیر ہوئے - کیونکہ آپ کا علاقہ منگلا ڈیم میں آگیا - چودھری صاحب اپنے والد گرامی کی خواہش ہر چیز پر مقدم رکھتے تھے - یہی وجہ ہے کہ جب آپ نے اہل خاندان کی رہائش کے لئے زمین حاصل کی تو سب سے پہلے ایک مسجد اور دینی درسگاہ کے لئے بھی ایک معقول قطعہ اراضی خریدا گیا - اور جامع مسجد دینہ اور جامع عربیہ تعلیم الاسلام دینہ آپ کے والد گرامی کی خواہش کی تکمیل کی شکل میں اہالیان پاکستان کی دینی خدمت میں مصروف کار ہیں - اسی درسگاہ میں تقریباً ۵۰ بچے دینی تعلیم حاصل کرنے کے لئے یہیں پر قیام پذیر ہیں - اور ان کے قیام و طعام کا مدرسہ کفیل ہے - اس کے علاوہ چودھری صاحب نے دو پرائمری مدارس بھی کھولے - ایک بچوں کے لئے ایک بچیوں کے لئے جسے نیشنلائزیشن سے پہلے خوب محنت سے چلایا ۱۹۷۰ء تک چودھری صاحب کی تمام سرگرمیاں سماجی اور دینی خدمات کے لئے صرف ہوتی رہیں آپ جمعیت اشاعت توحید و سنت کی مجلس شوریٰ کے ایک رکن رہے - جمعیت علماء اسلام کی دامے درمے اور سخنے معاونت کرتے رہے - لیکن الیکشن ۱۹۷۰ء کے بعد باقاعدہ جمعیت علماء اسلام کا عہدہ قبول کیا - یہ سب کچھ صرف مفتی محمود کی سیاسی بصیرت معاملہ فہمی اور پیچیدہ گتھیوں کو سلجھانے کی وجہ سے ہوا - ورنہ جمعیت کی خدمت عرصہ دراز سے کر رہے تھے - اور پھر اہل دینہ اور ضلع جہلم کے عوام نے دیکھا کہ تحریک ختم نبوت میں ایک منظم طریقے سے اسے چلانے کا سہرا چودھری صاحب کے سر ہے - کارکنوں کو معاشی طور پر پریشان نہیں ہونے دیا - اور آپ کی قیام گاہ نے تحریک کے مرکز کی حیثیت حاصل کر لی - اور کارکنوں کے قیام وطعام کا بندوبست بھی چودھری صاحب کے ذمہ رہا -

ان خدمات کے صلہ میں متحدہ محاذ ضلع جہلم کا آپ کو صدر بنا دیا گیا - اور اس دور پر فتن میں بھی چودھری صاحب کسی نہ کسی صورت

میں سیاسی سرگرمیاں چلاتے رہے۔ اپوزیشن کے جتنے بھی قائدین دینہ میں تشریف لائے۔ تو۔ چودہری صاحب کو میزبانی کا شرف حاصل رہا ہے۔

جب تمام اپوزیشن جماعتوں نے پاکستان قومی اتحاد کے نام سے نئی تنظیم قائم کی تو چودہری فضل الہٰی کو ضلع جہلم کی تمام جماعتوں نے متفقہ طور پر اتحاد کا ضلعی صدر منتخب کیا۔

چودہری صاحب کا خیال ہے کہ انسان کسی اسمبلی کا ممبر بنے۔ بغیر بھی علاقہ کے عوام کی خدمت کر سکتا ہے۔ لیکن جمعیت علماءِ اسلام کی ضلعی شوریٰ نے آپ کا نام صوبائی اسمبلی کی ٹکٹ کے لئے مرکز کو بھیجا۔ پھر مرکزی قائدین کے فیصلے کے مطابق صوبائی اسمبلی دینہ کے لئے انتخاب کا بیڑا اٹھایا۔

آپ کا حلقہ پہاڑی علاقہ پر مشتمل ہے۔ لیکن پھر بھی آپ نوجوان کارکنوں کے شانہ بشانہ انتخابی مہم میں مصروف ہیں۔ آپ کے مدِمقابل پیپلز پارٹی کے مرزا افضل حق ہے۔ جو پہلے مسلم لیگ کے ٹکٹ پر اسی علاقے سے صوبائی اسمبلی کا رکن رہ چکے ہیں۔ لیکن ذاتی مفاد کی وجہ سے پیپلز پارٹی میں شامل ہو کر خوب ہاتھ رنگے۔ مرزا صاحب نے صرف اپنے خاندان اور ساتھیوں کو خوشحال کرنے میں وقت صرف کیا۔ اور علاقہ کے لئے کوئی کام نہیں کیا۔

چودہری فضل الہٰی تاجپوری دینہ کی حالت دیکھ کر کڑھتے ہیں۔ کیونکہ نہ ہی یہاں واٹر سپلائی کا بہتر انتظام ہے۔ نہ ہی بچوں کے لئے گراؤنڈ ہے۔ ہسپتال اور فلاحی اداروں کا قیام تو دور کی بات ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ نے ایک ادارہ "اصلاح" بنا رکھا ہے، جو کہ شہریوں کی بے لوث خدمت میں سرگرم عمل ہے۔

مفتی عبدالحلیم صاحب

پی پی ۶۳ جھنگ

مفتی عبدالحلیم انصاری ضلع جھنگ کے مشہور عالم دین ہیں اور آپ ضلع جھنگ کی عدالت شرعیہ کے قاضی ہیں۔ انتہائی حلیم طبع خوش گفتار، بہترین مقرر ہیں۔ پاکستان قومی اتحاد کے ٹکٹ پر جھنگ کی صوبائی اسمبلی نمبر ۶۳ سے انتخاب لڑ رہے ہیں۔ آپ کے مدِمقابل پیپلز پارٹی کے نفیس الدین ایڈووکیٹ ہیں جو مفتی صاحب کے مقابلے میں طفلِ مکتب ہیں۔

مفتی صاحب میدان سیاست میں اس وقت سے سرگرم ہیں۔ جب ان کے حریف اس دنیا میں بھی وارد نہیں ہوئے تھے۔ آپ جمعیت علماء اسلام ہند پانی پت کے ناظم اعلیٰ رہے ہیں اور انگریز سامراج پر ضرب کاری لگانے میں بھرپور حصہ لیا۔

قیام پاکستان کے بعد تحریکِ ختم نبوت ۱۹۵۳ء میں آپ بار بار جیل گئے۔ اور چھ ماہ تک قید و بند کے مصائب، صبر و استقامت سے برداشت کیے۔ جب ڈاکٹر فضل الرحمٰن نے اسلام پر کاری ضرب لگانے کے لیے اپنی رسوائے زمانہ کتاب لکھی اور تمام ملک میں احتجاج ہوا۔ آپ پر بھی مختلف مقدمے بنے۔ ایوبی آمریت میں جلسے جلوسوں کو منظم طور پر کامیاب کیا۔

تحریک بحالیٔ جمہوریت اور تحریکِ ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا۔ تحریک ختم نبوت میں دو دفعہ گرفتار ہوئے چار مقدمات بنے۔ چھٹو دور کے تین مقدمات کا آپ کے حق میں فیصلہ ہوا اور اور ایک مقدمہ ابھی چل رہا ہے۔

اس سیٹ کے لیے انتخابی مہم بڑے زور شور سے جاری ہے اور اگر الیکشن منصفانہ ہوا تو مدِمقابل کی ضمانت ضبط ہو جائے گی۔

حاجی رحمت اللہ

حاجی رحمت اللہ علاقہ پتوکی کے اہم راجپوت خاندان کے چشم و چراغ ہیں اور صوبائی اسمبلی کی نشست نمبر ۱۱۶ پتوکی سے قومی اتحاد کے ٹکٹ پر الیکشن لڑ رہے ہیں۔ ان کے مدِمقابل ملک عاشق اعوان ہیں۔ جن کا علاقہ میں امیج اچھا نہیں۔

جناب حاجی صاحب قیام پاکستان سے قبل تحریک آزادی میں بھرپور حصہ لیتے رہے ہیں۔ اس پاداش میں آپ کو قید و بند کی صعوبتوں کا سامنا کرنا پڑا۔

۱۹۷۰ء میں جمعیۃ علماء اسلام تحصیل چونیاں کے قیام میں نمایاں کردار انجام دیا۔ پھر ضلع لاہور تین سال تک نائب ناظم رہے اور اب بھی ضلع قصور کی مجلس شوریٰ کے اہم رکن ہیں، تحریک بحالیٔ جمہوریت اور تحریک ختم نبوت میں بھرپور حصہ لیا۔

تحریر : عنایت اللہ خان

عالمی سمندر قدرتی وسائل کا بہت بڑا ذخیرہ ہیں

سمندروں میں فوجی رقابت کی بجائے مفید تعاون کی ضرورت ہے!

اس وقت عالمی برادری کو گوناگوں معاشی مسائل کا سامنا ہے۔ ان مسائل کو حل کرنے میں سمندروں کی وسیع اور اتھاہ گہرائیوں میں موجود قدرتی وسائل سے زبردست مدد مل سکتی ہے۔ سمندر سے غذا بھی حاصل کی جا سکتی ہے اور ایندھن بھی۔ قوموں کے معاشی لین دین اور مفید تعلقات کے فروغ میں سمندر پہلے ہی اہم کردار ادا کر رہے ہیں، مگر اسے بدقسمتی ہی کہیے کہ بعض انسان دشمن قوتیں ان حیات بخش سمندروں میں زہر گھول کر اپنے مخصوص اور استحصالی مفادات کی خاطر ان سمندروں کو دوسری قوموں پر بالادستی حاصل کرنے اور انہیں اپنے تابع بنا کر ان کی معیشت پر قبضہ جمانے کے لیے استعمال کر رہی ہیں۔ اس وقت صورت حال یہ ہے کہ دنیا کے تینوں بڑے سمندر بحرالکاہل، بحر اوقیانوس اور بحر ہند میں تباہ کن ایٹمی ہتھیاروں کے ڈھیر لگائے جا رہے ہیں اور ان علاقوں میں جگہ جگہ فوجی اڈوں کے ناسور پیدا کیے جا رہے ہیں۔

بحرالکاہل کو ہی لیجیے۔ یہ سمندر ایشیا اور امریکہ کو باہم ملاتا ہے اور اس کے ساحل پر ملائشیا، انڈونیشیا، فلپائن، نیوزی لینڈ، آسٹریلیا، ویت نام، چین، جاپان، سوویت یونین، ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور کئی لاطینی امریکی ملک واقع ہیں۔ ان تمام ملکوں کی اقتصادی خوش حالی، قومی سلامتی اور علاقائی دفاع اس سمندر میں امن سے وابستہ ہے، مگر اس حقیقت کے باوجود اس سمندر میں فوجی اڈوں کا جال پھیلایا جا رہا ہے اور خطرناک ہتھیاروں کے ڈھیر لگائے جا رہے ہیں، اسپاک اور امریکی جاپانی فوجی معاہدوں کے تحت قائم مختلف فوجی اڈوں کے علاوہ امریکہ ان الکاہلی علاقوں میں بھی جو اس کے اختلاف میں بڑے پیمانے پر فوجی اڈے قائم کر رہا ہے اور یہاں میزائل اور ایٹمی ہتھیار جمع کر رہا ہے جس کی وجہ سے بحرالکاہل کی پرسکون موجوں میں تلاطم پیدا ہو رہا ہے اور ساحلی ملکوں کے لیے تشویش ناک فضا پیدا ہو گئی ہے۔ اور وہ اپنی سلامتی اور دفاع کے سلسلے میں بہت زیادہ فکر مند ہیں۔

بحر ہند جو افریقہ اور ایشیا کے ملکوں کے لیے ایک اہم سمندر ہے، گذشتہ کئی صدیوں سے سامراجی ملکوں کی نوآبادیاتی ہنگاموں اور جنگی کارروائیوں کا شکار رہا ہے۔ اسی سمندر کے راستے مغربی ملکوں نے افریقہ اور ایشیا کو ایک نوآبادیاتی غلامی میں جکڑا تھا۔ گو کہ یہ سامراجی طاقتیں سیاسی طور پر تو اس علاقے سے رخصت ہو گئی ہیں، مگر بہت سے ملکوں پر ان کا فوجی اور معاشی تسلط اب تک قائم ہے۔ اس وقت جنوبی افریقہ سے آسٹریلیا تک بحر ہند میں مختلف سامراجی ملکوں کے فوجی اڈوں کا ایک طویل سلسلہ پھیلا ہوا ہے۔ ان اڈوں میں ڈیگو گارسیا کا اینگلو امریکی جنگی اڈہ خاص طور سے قابل ذکر ہے۔ یہ اڈہ افریقہ ایشیا اور یورپ کے درمیان بحری شاہراہ پر واقع ہے اور یہاں پر نصب میزائل روس اور چین سمیت تمام ایشیائی اور افریقی ملکوں کو نشانہ بنا سکتے ہیں اور امریکہ بڑی آسانی کے ساتھ بحر ہند میں بین الاقوامی آمدورفت میں خلل ڈال سکتا ہے۔ جنوبی افریقہ میں سائمن ٹاؤن، خلیج فارس میں مصیرہ اور چاہ بہار کے اڈے اس کے علاوہ ہیں جن کے ذریعہ امریکہ اور برطانیہ ساحلی ملکوں کے داخلی معاملات میں مداخلت کر کے انہیں اپنی مرضی کے تابع بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ حالیہ برسوں میں فرانس بھی بحر ہند میں فوجی اڈوں کی دوڑ میں شامل ہو گیا ہے اور اس سمندر میں کئی فوجی اور جاسوسی اڈے قائم کر لیے ہیں اور اس وقت فرانس کا ایک بحری بیڑہ بحر ہند کے پانیوں میں گشت کرتا رہتا ہے۔

بحر اوقیانوس جو افریقہ، یورپ اور امریکہ کو باہم ملاتا ہے، دوسری عالمی جنگ کے بعد سب سے پہلے فوجی بلاکوں اور اڈوں کے قیام کی پالیسی کا شکار ہوا۔ اپنی اس پالیسی کے تحت امریکہ اور یورپی سامراجی ملکوں نے معاہدہ شمالی اوقیانوس (ناٹو) کا فوجی بلاک بنایا۔ جس کی وجہ سے روس اور مشرقی یورپ کے سوشلسٹ ملکوں کو اپنے دفاع کے لیے وارسا پیکٹ کا فوجی بلاک بنانا پڑا۔ امریکہ نے آگے چل کر اپنی فوجی بلاک سازی کی پالیسی پر عمل کرتے ہوئے سنٹو، سیٹو، انزس اور اسپاک جیسے فوجی بلاکوں اور اڈوں کے قیام کی پالیسی سے امریکہ اور اس کے اتحادیوں کی ابھی تک سیری نہیں ہوئی۔ جس کا اظہار معاہدہ جنوبی اوقیانوس (ساٹو) کے قیام کی کوششوں سے بھی ہوتا ہے۔ ساٹو کے ذریعہ امریکہ اور دیگر ناٹو ممالک لاطینی امریکی ملکوں کو بھی فوجی بلاکوں میں گھسیٹ لانا چاہتے ہیں اور اس مقصد کے لیے انہوں نے برازیل، ارجنٹائن اور پیراگوئے کو راضی بھی کر لیا ہے۔ اس ضمن میں دلچسپ بات یہ ہے کہ ناٹو، سنٹو، سیٹو، انزس اور اسپاک کے قیام کے

لیے امریکہ اور اس کے اتحادیوں نے روسی خطرے کا بہانہ کھڑا کیا تھا، مگر لاطینی امریکہ میں جہاں روس کا دور دور تک کوئی پتہ نہیں۔ وہاں بھی اب وہ فوجی بلاک بنا رہے ہیں۔ یہ بات ثابت کرتی ہے کہ بلاک ساز[illegible] کے پیچھے روسی خطرہ نہیں، بلکہ سامراجی مفادا[illegible]تے ہیں اور یہ سامراجی ملک ان بلاکوں کے ذر[illegible]ملکوں کی معیشت اور سیاست کو اپنے تابع بنا کر رکھنا چاہتے ہیں۔

تجربہ شاہد ہے کہ بلاک سازی کی اس پالیسی نے دنیا کو کشیدگی اور محاذ آرائی کے سوا کچھ نہیں دیا ہے اور قوموں کی ترقی اور خوشحالی میں رخنہ اندازی کر کے ان کی معیشت کو نوچیانے کا سبب بنی ہے۔ اور مختلف ملکوں کے درمیان شکوک کو ابھارا ہے اور اکثر ان بلاکوں میں شامل ترقی پذیر ملکوں کو سامراجی ملکوں کی جارحانہ ہم جوئی میں استعمال کیا ہے جس کی مثال ہمیں ویت نام میں سیٹو اور انزس بلاک کے ملکوں کی فوجوں کے استعمال کی صورت میں ملتی ہے۔

اس وقت دنیا کو خوراک اور ایندھن میں کمی کے سنگین مسئلے کا سامنا ہے۔ سمندروں کا پرامن استعمال ان مسائل کے حل میں بڑی مدد دے سکتا ہے، مگر یہ صرف اسی وقت ممکن ہے کہ ان سمندروں کو فوجی مہمات سے پاک کیا جائے۔ اور انہیں فوجی اڈوں کی آماجگاہ نہ بنایا جائے۔ یہی وجہ ہے کہ بحر ہند کے ساحلی ملک بحر ہند کو امن کا خطہ بنانے اور یہاں سے فوجی اڈے ختم کرنے کا مطالبہ کر رہے ہیں۔ اس مطالبے کی حقیقت پسندی اور افادیت عیاں اور اس کا اطلاق صرف بحر ہند ہی پر نہیں، بلکہ دنیا کے تمام سمندروں پر ہوتا ہے۔ ان سمندروں کا امن کا علاقہ قرار دے کر اور انہیں فوجی اڈوں اور رقابتوں سے پاک کر کے ہی انسان قدرتی وسائل کے اس عظیم ذخیرے سے استفادہ کر سکتا ہے اور غربت افلاس اور تنگ دستی سے نجات حاصل کر سکتا ہے۔

قومی آزادی کی تحریک نے نوآبادیاتی نظام کے تار پود بکھیر دیئے ہیں

جیسا کہ ہمارے قارئین جانتے ہیں، امریکہ اور روس اس وقت دنیا کی دو بڑی طاقتیں ہیں اور ان کی پالیسیوں کا عالمی معاملات پر براہ راست اثر پڑتا ہے۔ اس لیے سیاسی رہنما اور کارکن ہوں یا دانشور طبقہ۔ سب ہی ان ملکوں کی پالیسیوں کا بڑی باریک بینی سے مطالعہ کرتے ہیں۔ ہماری بھی کوشش ہوتی ہے کہ ہم بھی اپنے قارئین کو اہم عالمی واقعات، مختلف ملکوں کے رویئے، کردار اور پالیسیوں سے باخبر رکھیں۔ اس سلسلے میں آج سوویت یونین کی حکمران جماعت کی مرکزی کمیٹی کے ایک حالیہ اجلاس میں منظور کی جانے والی ایک اہم قرارداد کا ایک سرسری جائزہ پیش کر رہے ہیں تاکہ سوویت روس کے ذہن کو پڑھنے اور اس کی متوقع پالیسیوں کا اندازہ لگانے میں آسانی ہو۔ سوویت کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کا یہ اجلاس حال ہی میں اکتوبر انقلاب کی ساتویں سالگرہ کی تیاریوں کے سلسلے میں ہوا تھا۔

اس قرارداد میں ملکی اور بین الاقوامی صورت حال کا تفصیلی جائزہ لیا گیا ہے قرارداد میں ملک کے محنت کار عوام کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ سوویت عوام کی محنت کا سب سے اہم نتیجہ یہ ہے کہ ملک میں ایک ترقی یافتہ نظام قائم ہو چکا ہے اور یہ ترقی یافتہ اشتراکی نظام سائنسی اور فنی انقلاب کے ساتھ ساتھ معیشت کی تیز رفتار اور خاطر خواہ ترقی اور عوام کی بہبود میں اضافے سے عبارت ہے۔ اسی لیے سوویت عوام سرمایہ داری کے ساتھ مسابقت میں عظیم کامیابیاں حاصل کر رہے ہیں۔ قرارداد میں اس عزم کا بھی اعادہ کیا گیا ہے کہ سائنسی بنیادوں پر منصوبہ بندی کے ذریعہ عوام کی مادی، تہذیبی اور روحانی ترقی اور فلاح میں اور اضافہ کیا جاتا رہے گا۔

زرعی ترقی کی اہمیت کا ذکر کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ زراعت کو معیشت کا ایک انتہائی شعبہ بنانے کی پالیسی کا مقصد اہم معاشی، سماجی فواید حاصل کرنا ہے۔

معاشی ترقی کے فایدوں کا ذکر کرتے ہوئے کہا گیا کہ اس پالیسی کے نتیجہ میں طبقاتی فرق مٹ جانے اور سماجی ہم آہنگی پیدا ہونے کا خاص طور سے ذکر کیا گیا ہے۔

قومیتوں کی پالیسی کی کامیابی کا ذکر کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اس پالیسی میں سوویت قومیں اور قومیتیں ایک دوسرے کے بہت قریب آگئی ہیں اور سماجی ارتقاء کے ایک اہم مسئلے کے حل کے لیے ایک دلکش مثال پیش کرتی ہیں — سوویت طرزِ جمہوریت کی کامیابی پر اظہار خیال کرتے ہوئے لکھا گیا ہے کہ اس طرز جمہوریت نے عوام کے حقوق و فرائض اور آزادی اور سماجی ذمہ داریوں، اور فرد اور اجتماع کے مفادات ایک ہو گئے ہیں جس سے ملک کی سیاسی زندگی اور کام میں عوام کی شرکت بڑھ گئی ہے۔

ایک اہم بات جس کی طرف توجہ دینا ضروری معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ سوویت کمیونسٹ پارٹی نے ایک بار پھر انقلاب کی "درآمد" اور "برآمد" کے نظریئے کو رد کرتے ہوئے اس قرارداد میں کہا گیا ہے کہ سماجی انقلاب کے وہ قوانین جن کے تحت اکتوبر انقلاب برپا کیا گیا انفرادی ملکوں کے مخصوص سماجی حالات کے تحت تخلیقی اطلاق چاہتے ہیں۔ اسی لیے سوویت یونین اور دوسرے اشتراکی ملک، امن، جمہوریت اور قومی آزادی کے فروغ کے لیے سرگرم عمل ہیں۔ ایک دوسرے کے ساتھ

بین الاقوامیت ، بین الاقوامی یکجہتی ، ہر ملک کے اقتدار اعلیٰ اور برابری کے احترام اور ایک دوسرے کے داخلی معاملات میں عدم مداخلت کے اصولوں کی پابندی کرتے ہوئے مفید تعاون کر رہے ہیں۔

قرارداد میں زور دے کر کہا گیا ہے کہ اب سرمایہ داری کا کوئی مستقبل نہیں ہے۔ سرمایہ داری مطلب محنت کار عوام کا استحصال، سماجی سیاسی اور روحانی جبر، بے روزگاری، نسلی اور قومی امتیاز، استعماریت اور اشتراکیت ہے، سرمایہ داری سے سماج میں گہرا اخلاقی بحران، روحانی انحطاط، تشدد پرستی اور زندگی کی طرف جارحانہ رویہ پیدا ہوتا ہے اور اس طرح انسان کی شخصیت مسخ ہو رہی ہے۔

قرارداد میں سامراج کی مذمت کرتے ہوتے کہا گیا کہ سامراج کی لا تناہی دوڑ شروع کرنے، جوہری جنگ کا خطرہ پیدا کرنے اور ماحول کے بگاڑنے کا مجرم ہے۔

قرارداد میں بین الاقوامی صورت حال کا ذکر کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ اجارہ دارانہ استحصال اور لوٹ کے خلاف اور جمہوریت وخوش حالی کے لیے عوام کی جدوجہد بڑھ رہی ہے۔ سرمایہ داری کا عام بحران کافی گہرا ہو گیا ہے اور ناقابل حل تضادات ابھر رہے ہیں۔ اس جدوجہد میں مزدور طبقہ سب سے آگے ہے۔ اور بڑی سرمایہ داری کی رجعت پرستانہ پالیسیوں کے خلاف جدوجہد بڑھ رہی ہے۔ اسپین اور پرتگال میں فسطائی حکومتیں ختم ہو گئی ہیں اور ترقی پسند جمہوری قوتیں مضبوط ہو رہی ہیں۔

افرو ایشیائی ملکوں کو قومی آزادی کی تحریکوں کی کامیابی اور ان کے لیے سوویت حمایت اور امداد کا اعادہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ سامراج کا استعماری نظام قومی آزادی کی تحریکوں کے دباؤ کے نتیجے میں بکھر گیا ہے مگر سامراج دوسروں پر بالا دستی حاصل کرنے کی کوششوں سے باز نہیں آیا ہے اور جدید نوآبادیاتی نظام کے ذریعہ نوآزاد ملکوں کو لوٹنے، ان کی سیاسی اور معاشی زندگی کو اپنے تابع بنانے کی کوشش کر رہا ہے، لیکن نوآزاد ملک نوآبادکاروں کا مقابلہ کر رہے ہیں اور اپنی آزادی کو مستحکم کرنے، معاشی فنی اور تہذیبی ترقی کو تیز کرنے کی بھرپور کوشش کر رہے ہیں ان ملکوں میں جمہوریت پسند انقلابی قوتیں مضبوط ہو رہی ہیں اور بنیادی سماجی تبدیلیوں کے لیے کوشش کر رہی ہیں ، افریقی ایشیائی اور عرب ملکوں میں زبردست ترقی پسند تبدیلیاں آرہی ہیں۔

قرارداد میں سوویت یونین کی جانب سے ترقی پذیر ملکوں کے موقف کی سیاسی حمایت اور معاشی امداد کے عزم کا اعادہ کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ سوویت یونین اور برادر اشتراکی ملک ترقی پذیر ملکوں کو ان کی جائز امنگوں کی تکمیل، سامراجی لوٹ سے مکمل نجات اور اپنے مستقبل کا خود فیصلہ کرنے کے حق کے حصول کی جدوجہد کی مکمل حمایت کرتے ہیں

قرارداد میں بین الاقوامی تعلقات میں آنے والی مثبت تبدیلیوں کی نشاندہی کرتے ہوئے کہا گیا ہے کہ حالیہ برسوں میں بین الاقوامی تعلقات میں ایک مثبت تبدیلی آ گئی ہے۔ اور سرد جنگ اور بین الاقوامی کشیدگی میں کمی ہوئی ہے اور بین الاقوامی تعلقات میں پرامن بقائے باہمی کو مستحکم کرنے کا آغاز ہو گیا ہے۔ یورپ میں خاص طور سے امن کو مستحکم کرنے میں یورپ میں سلامتی اور تعاون کی تاریخی کانفرنس سے بڑی مدد ملی ہے۔ مگر رجعت پسند سامراجی حلقے اسلحہ کی دوڑ کو تیز کر کے بین الاقوامی کشیدگی میں کمی کو روکنے کی کوشش کر رہے ہیں اور امن اور قوموں کی سلامتی کو خطرے میں ڈال رہے ہیں، ساتھ ہی سوویت یونین اور دوسرے سوشلسٹ ملکوں کے داخلی معاملات میں مداخلت کرنے کی کوشش کر رہے ہیں اور ساری ترقی پسند جمہوری تحریکوں کے خلاف دہشت گردی کی پالیسی پر عمل کر رہے ہیں، لیکن سوویت یونین اور دیگر اشتراکی ملک بین الاقوامی تعلقات میں مزید تبدیلیوں، امن اور سماجی ترقی اور مفید پرامن بقائے باہمی اور تعاون کے لیے کوشش کر رہے اور اسلحہ میں بالخصوص جوہری ہتھیاروں میں کمی کے لیے کوشاں ہے۔ سوشلسٹ ملکوں کی ان کوششوں کو تمام ملکوں کے عوام کی حمایت حاصل ہے۔

چٹ پر سرخ نشان

چندہ ختم ہونے کی علامت ہے

ووٹ کی اہمیت اور اس کی شرعی حیثیت

تحریر:
محمد طیب
کشمیری

قارئینِ کرام، انتخابات کا وقت جوں جوں قریب آتا جا رہا ہے سیاسی جماعتیں اپنے لیے فضا ہموار کرنے، عوام کو اپنی طرف مائل و متوجہ کرنے اور کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہونے کے لیے جلسوں، جلوسوں اور کارنر میٹنگوں میں عوامی جذبات سے بھرپور بلکہ زور دار تقریریں اور عوام سے طرح طرح کے خیر خواہانہ اور ہمدردانہ وعدے کر رہی ہیں۔

۱۹۷۰ء کے انتخابات میں دین دار طبقے کے خبردار کرنے کے باوجود عوام نے پُرفریب نعروں اور دلکش وعدوں سے متاثر ہو کر کچھ ایسے افراد کی اکثریت کو منتخب کیا جن کی وجہ سے ملک دو ٹکڑے ہو گیا—! خونریزی کا بازار گرم ہوا۔ امن و سکون کے بجائے اضطراب و بے چینی کا اضافہ ہوا، بداخلاقی، بے حیائی عریانی اور فحاشی کی حوصلہ افزائی کی گئی، غریب عوام کے حقوق تلف کیے گئے، ملک و ملت کا خون نچوڑا گیا، مساجد اور دینی مدارس کے ساتھ جو ناروا اور غیر اسلامی سلوک کیا گیا اس کی مثال ڈھونڈنے سے نہیں ملتی۔

چنانچہ ۱۹۷۰ء کے انتخابی نتائج کے پیش نظر اس بات کی اشد ضرورت محسوس ہوئی کہ آنے والے انتخابات میں عوام کے سامنے ووٹ کی اہمیت اور اس کی شرعی حیثیت کو پیش کیا جائے تاکہ عوام جوشیلے نعروں اور وعدوں کی بجائے انتخابات میں حصہ لینے والی جماعتوں، ان کے پروگراموں اور ان کے امیدواروں کو شرعی نقطۂ نظر سے دیکھ کر بآسانی فیصلہ کر سکیں کہ کون مناسب اور کون موزوں، اور کون نامناسب اور غیر مستحق ہے۔ اس لیے اس موقع کے مطابق بعض اسلامی احکام بیان کیے جاتے ہیں، تاکہ جاننے والوں کے لیے یاددہانی ہو اور نہ جاننے والوں کے لیے درس رہنمائی۔

مفسرین قرآن اور فقہائے اسلام نے لکھا ہے کہ اسلامی ریاست میں انتخابات کے وقت جس شخص کو ووٹ دیا جائے اس میں چند شرائط کا ہونا ضروری ہے۔

۱۔ دین دار ہو، شعائر اسلامی کا پابند ہو، احکام شریعت کو اپنانے اور ان کا احترام کرنے والا والا ہو، اگر بے دین اور لامذہب شخص کو ووٹ دیا گیا تو یہ اسلام کی ترقی و بہبودی نہیں، بلکہ توہین و تذلیل ہے۔ ایسے شخص سے ہر وقت اسلام اور مسلمانوں کو خطرہ ہے۔

۲۔ اسلام اور مسلمانوں کا ہمدرد، بہی خواہ، جانثار اور خدمت گذار ہو، اگر خود پسند، جاہ پسند اور نفس پرور کو ووٹ دیا گیا تو نفسانیت خود غرضی اور اپنے وقار کی خاطر اسلام اور مسلمانوں نقصان پہونچائے گا۔

۳۔ قابل، ہوشیار، سمجھ دار، موجودہ حالات اور سیاسیاتِ حاضرہ سے بخوبی واقف ہو۔ نیز سیاستِ شرعیہ اور اس کے اسرار و رموز سے بھی باخبر ہو اور سیاستِ شرعیہ ہی کے مطابق ملکی اور بین الاقوامی مسائل کا تجزیہ کرنے اور نمٹانے کی صلاحیتِ تامہ بھی رکھتا ہو۔ اگر جاہل، نااہل، ناتجربہ کار کو ووٹ دیا گیا تو وہ بے کار محض ہو گا۔ اور پوری قوم کے لیے بدنما داغ، اس کی جہالت، نادانی اور ناتجربہ کاری سے سخت خسارہ ہو گا اور مسلمانوں کی بدنامی کا سبب بنے گا۔

۴ ملک کا صحیح معنوں میں خیر خواہ ہو، اس کی سالمیت اور بقاء پر اس کا ایمان ہو۔ ایسا نہ ہو کہ کامیابی کے بعد ملک و ملت کے زوال کا سبب بن جائے۔ جیسا کہ ۱۹۷۰ء میں کامیاب ہونے والے بعض افراد کی وجہ سے ہمارا ملک دو ٹکڑے ہو گیا۔

یہ چند شرائط ہیں ورنہ صحیح نمائندگی کا معیار تو اس سے بہت اعلیٰ ہے۔ یہ سب شرائط جس شخص میں پائی جائیں وہ ووٹ کا مستحق ہے۔

مگر دورِ حاضر میں جبکہ انفرادی انتخابات نہیں ہو رہے، جماعتی انتخابات ہو رہے ہیں۔ یعنی مختلف جماعتیں اپنے اغراض و مقاصد اور لائحۂ عمل شائع کر رہی ہیں اور اعلان کر رہی ہیں کہ ان کے امیدوار بصورتِ کامیابی اسمبلیوں میں پہونچ کر یہ خدمات انجام دیں گے اور یہ ان کا نصب العین اور مقصد ہو گا تو اس صورت میں انفرادی حالات کے ساتھ ہر ووٹ دہندہ کا فرض ہو جاتا ہے کہ وہ اس جماعت کے اوصاف حالات اور اغراض و مقاصد کا پورا پورا لحاظ کرے جس کا یہ امیدوار ہے۔ اس سلسلے میں مزید مندرجہ ذیل امور قابل لحاظ ہوتے ہیں:

۱ اوّل یہ کہ جماعت نے جو مینو فسٹو (لائحۂ عمل اور دستور کار) شائع کیا ہے وہ مذہب، ملک و ملّت اور عوام کے لیے کہاں تک مفید ہے؟

۲ جو مینو فسٹو اس جماعت نے شائع کیا ہے آیا اس جماعت کی گذشتہ تاریخ اس کی تصدیق

وتائید کرتی ہے ؟

آیا اس جماعت کے افراد کے اعمال وافعال اور حالات وجذبات ایسے ہیں جن سے صحیح طور پر یہ اندازہ لگایا جاسکتا ہو کہ وہ اس مینوفسٹو اور پروگرام پر عمل کرنے اور عمل کرانے میں ذاتی نفع جاہ ونمائش راحت وآرام قطعی خیال نہ کریں گے اور اس سلسلے میں جماعتی حکم کے تابعدار اور فرمانبردار ہو ہر قربانی کے لیے تیار ہوجائیں گے۔ یا ان کی گذشتہ زندگی شہادت دیتی ہے کہ یہ تمام باتیں محض فریب اور نمائشی ہیں حقیقت اور صداقت سے ان کا کوئی تعلق نہیں۔

اس سلسلے میں سیاسی جماعتوں کو بھی چاہیے کہ وہ اپنا نمائندہ نامزد کرتے وقت مال و دولت اور ذاتی وجاہت پر نظر نہ رکھیں، بلکہ یہ دیکھیں کہ وہ جماعتی منشور اور پروگرام پر عمل پیرا بھی ہے یا نہیں۔ اگر کامیابی سے پہلے وہ جماعتی منشور کی پابندی نہیں کرتا جبکہ جماعتی ٹکٹ کے حصول کیلیے اس کی ضرورت بھی پڑتی ہے تو کامیابی کے بعد اس کی کیا ضمانت دی جاسکتی ہے کہ وہ جماعتی منشور کی پابندی کرے گا۔ غرض یہ کہ اصلی معیار پر پرکھ کر نامزد کریں، تاکہ وہ اسلام کا سچا خدمت گذار اور مسلمانوں کا صحیح نمائندہ اور ترجمان ہو اور اس بات کی زیادہ سے زیادہ توقع کی جاسکے کہ وہ بتقاضائے دیانت عوام کا وفادار رہے گا۔

جب عوام مختلف جماعتوں کے پروگراموں، اور ان کے مقاصد کو اچھی طرح دیکھ لیں، میزان جماعتی کے امیدواروں کو بھی جان پہچان لیں، ان کی سابقہ زندگی سے بھی واقف ہوجائیں تو اب ان جماعتوں میں سے کسی ایک جماعت کے پروگرام کو مبنی بر صدق و صواب سمجھتے ہوئے اپنا کر اس کے نامزد امیدوار کو ووٹ دیکر کامیاب بنانے کا وقت آجاتا ہے۔

اس وقت اچھے اور برے، نیک اور بد، ہمدرد اور بے درد کو جاننے کے باوجود عام طور پر سیاست کو دین سے بالکل الگ تصور کرکے اُسے ہارجیت کا کھیل اور ایک خالص دنیاوی دھندا اور سودا سمجھ کر مختلف قسم کی بدعنوانیوں کو گوارا کرلیا جاتا ہے۔ جس کے نتیجے میں یہ ووٹ کبھی پیسوں کے عوض فروخت ہوتا ہے، کبھی کسی سخت دباؤ کے تحت دیا جاتا ہے اور اور کبھی ناپائیدار دوستوں اور ذلیل وعدوں کے بھروسہ پر اس کو استعمال کیا جاتا ہے۔ عام لوگ تو خیر ناواقف اور جاہل ہیں پڑھے لکھے مسلمانوں سے بھی بعض اوقات اسی قسم کی حرکات سرزد ہو جاتی ہیں۔ اس لیئے ضروری معلوم ہوا کہ انتخابات میں ووٹ کی شرعی حیثیت کو بھی واضح کردیا جائے۔ تاکہ اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے اور اس پر فخر وناز کرنے والے اس مسئلہ میں بھی اسلام کی طرف رجوع کرکے اسلامی اصول کے مطابق فیصلہ کریں

اب مفتئ اعظم پاکستان حضرت مولانا مفتی محمد شفیع صاحبؒ کی شہرۂ آفاق تفسیر "تفسیر معارف القرآن" اور ان کی دیگر کتب سے ووٹ کی شرعی حیثیت پیش کی جاتی ہے۔

مفتی صاحب مرحوم لکھتے ہیں کہ :

۱۔ کسی امیدوار کو ووٹ دینے کی از روئے قرآن وحدیث چند حیثیتیں ہیں۔ ایک (۱) حیثیت شہادت کی ہے۔ جس میں ووٹر کی طرف سے اس کی گواہی ہے کہ ہمارے نزدیک یہ شخص اپنی استعداد اور قابلیت کے اعتبار سے بھی اور دیانت اور امانت کے اعتبار سے بھی قومی نمائندہ بننے کے قابل ہے اور اگر واقع میں اس شخص کے اندر یہ صفات نہیں ہیں تو یہ جانتے ہوئے ووٹر اس کو ووٹ دے رہا ہے تو یہ ایک جھوٹی شہادت ہے۔ جو سخت کبیرہ گناہ اور وبال دنیا اور آخرت ہے۔ اس لیے ووٹ دینے والا اپنی آخرت اور انجام کو دیکھ کر ووٹ دے محض رسمی مروت یا کسی طمع وخوف کی وجہ سے اپنے آپ کو اس وبال میں مبتلا نہ کرے۔

۲۔ نمائندوں کے انتخاب کے لیے ووٹ دینے کی از روئے قرآن ایک دوسری حیثیت بھی ہے جس کو شفاعت یا سفارش کہا جاتا ہے کہ ووٹ دینے والا گویا یہ سفارش کرتا ہے کہ فلاں امیدوار کو نمائندگی دی جائے۔ اس کا حکم قرآن کے الفاظ میں یہ ہے :

ترجمہ : "جو شخص اچھی یا سچی سفارش کرے گا تو جس کے حق میں سفارش کی ہے اس کے نیک عمل کا حصّہ اس کو بھی ملیگا اور جو شخص بُری سفارش کرتا ہے (یعنی کسی نااہل اور بُرے شخص کو کامیاب بنانے کی سعی کرتا ہے) اس کو اس کے بُرے اعمال کا حصّہ ملیگا"

اس کا نتیجہ یہ ہے کہ (جماعت یا اس کا) یا امیدوار اپنی کارکردگی کے پانچ سالہ دور میں جو نیک یا بدعمل کرے گا، ہم بھی اس کے شریک سمجھے جائیں گے۔

۳۔ ووٹ کی ایک تیسری شرعی حیثیت وکالت کی ہے کہ ووٹ دینے والا اس امیدوار کو اپنا وکیل بناتا ہے لیکن اگر یہ وکالت اس کے کسی شخصی حق کے متعلق ہوتی تو اس کا نفع نقصان صرف اس کی ذات کو پہونچتا تو اس کا یہ خود ذمہ دار ہوتا، مگر یہاں ایسا نہیں، کیونکہ یہ وکالت ایسے حقوق کے متعلق ہے جن میں اس کے ساتھ پوری قوم شریک ہے، اس لیے اگر کسی نااہل کو ووٹ دیکر کامیاب بنایا تو پوری قوم کے پامال کرنے کا گناہ بھی اس کی گردن پر پڑے گا۔

۴۔ ووٹ کی چوتھی شرعی حیثیت امانت کی ہے۔ اور قرآنی تعلیم کے مطابق امانتوں کو مستحقین کے سپرد کرنا چاہیے۔ ہماری زبان میں عموماً امانت اس مال کو کہا جاتا ہے جو کسی معتمد کے پاس حفاظت کے لیے رکھا جائے لیکن عربی زبان میں امانت کا مفہوم اس سے بہت عام ہے، کسی شخص نے کسی راز دار بناکر کوئی راز کہہ دیا اس کو بھی حدیث میں امانت فرمایا۔ ارشاد ہے :

المجالس بالامانۃ

اسی طرح مشورہ لینے والے کو مشورہ دینا بھی امانت قرار دیا کہ اپنے نزدیک جو بات صحیح اور مفید ہے اس کے خلاف مشورہ دینا خیانت ہے۔

حدیث میں ہے:

المستشار مؤتمن۔

یعنی جس سے وہ مشورہ لیا جائے وہ امین ہے اس کو صحیح مشورہ دینا چاہیے۔ اسی مفہوم عام کے اعتبار سے صحیح مسلم کی حدیث میں فرمایا: ان الامانته نزلت فی جزر قلوب المومنین۔

یعنی صفتِ امانت اللہ تعالیٰ نے مومن کے دل میں اتاری ہے۔

ان تمام ارشادات سے معلوم ہوا کہ جس طرح مالی امانت ایک امانت ہے اسی طرح جس چیز کی ذمہ داری کسی شخص پر عاید ہو وہ بھی امانت ہے۔

چونکہ اسمبلیوں کے لیے نمائندوں کو منتخب کرنا عوام کی ذمہ داری ہے، لہذا عوام کو چاہیے کہ وہ اپنی ذمہ داری کا احساس کرتے ہوئے شریعت کی رو سے جو اس امانت کا اہل اور مستحق ہو اس کو کامیاب بنائیں اور نااہل اور غیر مستحق کو ووٹ دیکر خیانت کے مرتکب ہوکر موجب عذابِ الٰہی نہ بنیں۔

خلاصہ

خلاصہ یہ ہے کہ ہمارا ووٹ چار حیثیتیں رکھتا ہے ب شہادت، دوسری سفارش، تیسری حقوق مشترکہ ں وکالت اور چوتھی وکالت — چار حیثیتوں ں جس طرح نیک، متدین، صالح اور قابل آدمی کو وٹ دینا موجبِ ثوابِ عظیم ہے۔ اور اس کے ثمرات اس کو ملنے والے ہیں۔ اسی طرح نااہل اور غیر متدین شخص کو ووٹ دینا جھوٹی شہادت بھی ہے، بُری سفارش بھی، ناجائز کام بھی وکالت بھی اور امانت میں خیانت بھی اور اس کے تباہ کن ثمرات بھی اس کے نامۂ اعمال میں لکھے جائیں گے۔

اس لیے ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ ووٹ دینے سے پہلے اس کی پوری تحقیق کرلے کہ جس کو ووٹ دے رہا ہے وہ کام کی صلاحیت رکھتا ہے یا نہیں۔ دین دار، دیانتدار اور شعائرِ اسلامی کا پابند ہے یا نہیں۔ محض غفلت و بے پرواہی سے بلا وجہ ان عظیم گناہوں کا مرتکب نہ ہو

پولنگ کے اختتام پر بلیٹ پیپرز کی گنتی کا طریقہ کار

از سید عطاء الرحمن جعفری بی اے آنرز سیکرٹری مرکزی پارلیمانی بورڈ

پولنگ کے اختتام پر رائے کی پرچیوں کی گنتی ہوگی۔ پریذائیڈنگ افسر امیدواران، ان کے الیکشن ایجنٹوں اور پولنگ ایجنٹوں کی موجودگی میں گنتی کا آغاز کرے گا۔ اور ان کی نشستوں کا انتظام اس طرح کیا جائے گا کہ جیسے وہ خود گنتی کر رہے ہوں، مذکورہ بالا افراد کے علاوہ کوئی اور شخص کمرہ میں داخل ہونے کا مجاز نہیں ہوگا۔ پریذائیڈنگ افسر اِن متعلقہ اشخاص کے رُوبرُو بلیٹ بکس یعنی رائے کا صندوق کھولے گا اور پرچیوں کو گنے گا۔ ہر امیدوار کی حاصل کردہ پرچیاں علیحدہ علیحدہ رکھی جائیں گی اور مندرجہ ذیل پرچیوں کو علیحدہ کرلیا جائے گا۔ اور وہ شمار نہیں کی جائیں گی۔

(الف) جن پر سرکاری مُہر نہ ہوگی۔

(ب) جن پر ووٹر کچھ ہاتھ سے لکھ دے گا۔

(ج) جن پر ووٹروں نے مہر نہ لگائی ہوگی اور یوں ہی بلیٹ بکس میں ڈال گئے ہوں۔

(د) یا اس طرح مہر لگائی کہ دو امیدواروں کے نام کے سامنے لگ گئی ہو اور یہ نہ معلوم ہوسکے کہ ووٹر نے کس کے حق میں مُہر لگائی ہے۔

پرچیوں کو شمار کرنے کے بعد پریذائیڈنگ افسر صحیح پرچیوں اور غلط پرچیوں کو علیحدہ علیحدہ پیکٹوں میں بند کرے گا اور ان پیکٹوں پر امیدواران یا ان کے ایجنٹ دستخط ثبت کریں گے۔ اگر امیدواران یا ایجنٹس چاہیں تو وہ اپنی مُہریں بھی پیکٹوں پر لگاسکتے ہیں اور پھر سربمہر پیکیٹ حلقہ کے ریٹرننگ افسر کی تحویل میں دے دیئے جائیں گے۔

اس طرح تمام پولنگ اسٹیشنوں سے گنتی کے بعد پیکیٹ ریٹرننگ افسر کے پاس پہنچ جائیں گے۔ اور وہاں امیدواروں کی موجودگی میں پیکٹوں کو کھولا جائے گا اور دوبارہ گنتی کی جائے گی تاکہ کسی غلطی کا احتمال نہ رہے۔ امیدواروں کو ریٹرننگ افسر اطلاع دیں گے کہ فلاں دن یا فلاں وقت پرچیوں کی گنتی ہوگی۔ عام اصطلاح میں پہلی گنتی کو غیر سرکاری اور دوسری گنتی کو سرکاری گنتی کہتے ہیں۔ دونوں گنتیوں میں کوئی فرق نہیں ہوتا بمشکل ایک دو ووٹ کا فرق نکل آئے تو نکل آئے عام طور پر گنتی کا نتیجہ وہی ہوتا ہے جو علیحدہ علیحدہ اسٹیشنوں پر ہوچکا ہوتا ہے

کسی امیدوار کے اعتراض پر اسے مطمئن کرنے کے لیے دو مرتبہ بھی گنتی ہوسکتی ہے۔ اگر دو امیدواروں کے ووٹ برابر نکلیں تو قرعہ اندازی سے ان دونوں میں ہار جیت کا فیصلہ کیا جائے گا۔

پولنگ کا وقت ختم ہونے پر کون لوگ ووٹ دے سکیں گے؟

پولنگ کا وقت اختتام کو پہونچے اور اس وقت چند یا بہت سے رائے دہندگان پولنگ اسٹیشن کی عمارت کے اندر داخل ہوچکے ہوں تو انہیں رائے دینے کے حق سے کوئی نہیں روک سکے گا۔ عمارت میں جمع ہونے والے سارے ووٹروں کے رائے دینے تک پولنگ جاری رہے گی۔ بالفاظِ دیگر وقت ختم ہونے کے بعد نئے ووٹروں کو پولنگ اسٹیشن کے اندر آنے کی اجازت نہ ہوگی۔

ووٹران کو ہدایت پریذائیڈنگ افسر جو آپ کو مُہر دیگا وہ آپ ھل کے نشان پر لگائیں

ایڈیٹر خدام الدین کے قلم سے

چند گھنٹے ملتان میں :

ملک آوے ای آوے ، صادق قریشی جاوے ای جاوے

بھٹو صاحب نے الیکشن کا اعلان اس بنیاد پر کیا تھا۔ کہ حزبِ اختلاف والے انتشار کا شکار رہیں گے اور میں اپنا کام کر لوں گا، لیکن ایسا نہ ہوا۔ اور حزبِ اختلاف بنیانِ مرصوص بن گئی "پاکستان قومی اتحاد"، کا پلیٹ فارم بنا کر ایک ہی پرچم کا اعلان کر دیا جس سے آج پورا ملک "سبز" ہو چکا ہے۔ اور "ایشیا سُرخ" کا نعرہ اپنی موت مر چکا ہے۔

پاکستان قومی اتحاد نے "ھل" کے نشان کے لیے درخواست دی تو مسٹر پیرزادہ تڑپ اٹھے اور ان کے بڑے یہ بات کیسے برداشت کر سکتے تھے کہ "خونی تلوار" کے مقابلے میں ایک نشان ہو اور وہ بھی ایسا جو ملک کی بچھتر فی صد آبادی کا نہ صرف یہ کہ جانا پہچانا تھا۔ بلکہ یہ عظیم آبادی اسکو بطور اپنے "ہتھیار" کے بھی استعمال کرتی ہے۔ اس داستان کو چھوڑئیے کہ کیا پاپڑ بیلے گئے۔ تاہم یہ ہُوا کہ حزبِ اختلاف کا اتحاد اور قوم کا جذبہ غالب آیا اور "ہل" کا مسئلہ حل ہو گیا۔

انتخابی مہم کا ایک اور پہلو بڑا عجیب وغریب تھا اور وہ یہ کہ بھٹو صاحب اور ان کے کچھ خاص مہرے "بلا مقابلہ" جنگ جیت جائیں، تاکہ وہ اپنے حلقوں سے فارغ ہو کر دُوسرے حلقے میں کام کر سکیں۔ چنانچہ اہلِ نظر جانتے ہیں کہ اس سلسلے میں بھرپور کارکردگی کا مظاہرہ کیا گیا اور عجیب وغریب ہتھکنڈوں سے بعض مقامات کی سیٹیں جیت لی گئیں۔ ان جیتنے والوں میں پنجاب کے وزیر اعلیٰ مسٹر صادق حسین قریشی بھی تھے۔ ان کے حلقہ کے جی آر صاحب اس دن پولیس کی پوری حفاظت میں تھے حتیٰ کہ ان کی چھت پر پولیس کے "جیالے" پہرہ دے رہے تھے ظاہر ہے کہ ایسے میں کوئی کیسے ان کی طرف رُخ کرتا اور جو کرتا اس کا جو حشر ہوتا وہ سب کو معلُوم ہے۔ لیکن معلوم ہونے کے باوصف کچھ جیالے اُدھر گئے اور بڑی شان سے انہوں نے کاغذات داخل کرانے چاہے، لیکن پولیس کے مستعد عملہ نے وزیرِ اعلیٰ کو "بلامقابلہ" منتخب کرا دیا اور کسی کے کاغذات داخل نہ ہو سکے۔

کاغذات داخل کرانے والوں میں میاں احسان باری تھے جو سابق طالب علم رہنما تھے۔ تحریکِ استقلال کی معرفت پی این اے کا ٹکٹ انہیں ملا۔ ان کے علاوہ ملک عطاء اللہ تھے جو نیا مکتبہ ملتان کے مالک اور پرانے قومی کارکن ہیں۔

اس مثالی دھاندلی کے بعد ان لوگوں کے الیکشن کمیشن کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ کمیشن نے احسان باری صاحب کو تو اجازت نہ دی، البتہ ملک صاحب کو اجازت دے دی۔ (اب احسان باری صاحب لاپتہ ہیں۔ کچھ لوگ کہتے ہیں کہ انہیں دلائی کیمپ بھیج دیا گیا ہے واللہ اعلم) ملک عطاء اللہ کو تین دن میں کاغذات داخل کرانے کی اجازت ملی، لیکن وہ بھی غائب تھے کسی پرانے مقدمے (؟) میں انہیں گرفتار کیا گیا پہلے تو وہ ملتان کے تھانوں میں نظر آتے رہے، لیکن جونہی ان کو اجازت ملی غائب کر دیئے گئے لیکن ملتان قومی اتحاد کے رہنماؤں اور بار کے باہمت وکلاء نے دوسرے دن ڈاک سے کاغذات ارسال کر دیئے۔ جو تیسرے دن معجزانہ طریق سے منزلِ مقصود پر پہونچ گئے۔

تیسرا دن جو آخری دن تھا کو پھر اس علاقہ سے جمعیۃ علماء اسلام کے دو ورکروں مولوی عبدالرحمٰن شاہ صاحب اور مولوی غلام مصطفےٰ صاحب کے ذریعہ پھر کاغذات داخل کرائے گئے۔ اتفاق کی بات ہے کہ جب یہ حضرات کاغذات داخل کرانے آئے تو ان سطور کا راقم ترجمان اسلام کے مدیر اکرام القادری صاحب اور فاروق قریشی سمیت کچہری میں آچکا تھا۔

میں اکرام القادری صاحب کے حُکم سے خانیوال کے انتخابی جلسہ میں خطاب کے لیے گیا۔ اگلی صبح ۲۲/۲/۷۷ کو احباب سے ملنے ملتان گئے تو کچہری اترے۔ وہاں یہ صورت دیکھی، دوپہر کے قریب وکلاء اور ورکروں کا قافلہ چوہدری حفیظ اللہ صاحب جی آر ۱۶۶ کے کمرہ میں پہونچا۔ یہ وہی کمرہ تھا جو اس دن پولیس کی زد میں تھا۔ لیکن آج وہاں کچھ نہ تھا خوش اسلوبی سے کاغذات داخل ہوئے۔ جی آر صاحب نے شام پانچ بجے کا وقت دیا، تاکہ جانچ پڑتال ہو سکے۔ متوقع حوادث کے پیشِ نظر ان سے تحفظ مانگا گیا تو پھر جو ہوا اس کو چھوڑیئے۔

درمیان کا کچھ وقت جو ملا ہم شہر چلے گئے۔ دفتر جمعیۃ علماء اسلام میں احباب سے ملے۔ پھر اپنے جیالے دوست نور عالم قریشی صاحب کے مکان پر گئے۔ وہاں ان کے والدِ گرامی صوفی نور صاحب اور دوسرے احباب اور بزرگوں سے ملاقات ہوئی۔ درمیان میں ایک بات کہنا ضروری ہے کہ ملتان شہر کا اندرونی حصّہ پی پی پی سے پاک ہے اور یہ کہنا غلط نہ ہو گا کہ اگر کوئی حکیم نسخہ کے اجزا میں پی پی پی کا جھنڈا لکھ دیں تو مایوسی ہو گی۔ شہر کے اندرونی علاقوں میں مولانا حامد علی خان اور نور عالم قریشی کے سوا کوئی کچھ جانتا ہی نہیں۔

خیر ہم لوگ پونے پانچ بجے کچہری پہونچ گئے

وہاں دیکھا تو ملک عطاء اللہ موجود تھے۔ معلوم ہوا کہ ابھی پولیس ان کو چھوڑ گئی ہے کمیشن کے اعلان کے بعد ان کو بڑی بڑی جگہوں پر پھیرا گیا۔ تمام روایتی کوششیں کی گئیں لیکن وہ قلندر باز نہ آیا۔ اور اس کا فیصلہ یہ تھا کہ نواب صادق کا خیال تھا کہ یہ سیٹ تر نوالہ ہے۔ لیکن اسے معلوم ہو جائے گا کہ ایسا نہیں۔

ہم جی آر صاحب کے کمرے میں پہنچے دُور دُور پولیس یا اس قسم کا کوئی آدمی نہ تھا۔ ایک صاحب نواب صادق کے نمائیدے کے طور پر موجود تھے ٹھیک پانچ بجے کاغذات انہیں دیکھنے کو کہا گیا تو انہیں جی آر صاحب پر مکمل اعتماد تھا، چنانچہ کاغذات درست ثابت ہوئے اور ملک صاحب کے گلے میں وہیں پھولوں کے ہار ڈال دیئے گئے۔

اب مسئلہ نشان کا تھا۔ جمعیۃ علماء اسلام کی مقامی قیادت ملک صاحب کو رہنما بنا چکی تھی اس بنیاد پر ہل کا نشان مانگا گیا۔ ارشاد ہوا ابھی لے لو۔ پھر فرمایا کہ صبح لے لینا۔ چنانچہ میاں عبدالستار صاحب صدر بار نے کہا کہ ٹھیک ہے صبح لے لیں گے۔ ہم واپس آ گئے اگلے دن ملتان سے شیخ محمد یعقوب صاحب کا فون آیا کہ جی آر فرماتے ہیں کہ باجوہ صاحب کی چٹھی ضروری ہے۔ گویا ان کا خیال یہ تھا کہ اس طرح اب پریشان کرو، لیکن وہاں سے بھی چٹھی مل گئی۔ اور اب اس بار ملک عطاء اللہ صادق قریشی کے ایوانوں میں **ہل** چلائیں گے اور صادق کو پتہ چل جائے گا کہ کن سے پالا پڑا ہے۔ وہاں سے فارغ ہوئے تو کارکنوں نے ملک کو "قائد" بنایا اور سوئے شہر چل دیئے۔ راستہ میں لوگوں کی تالیاں، خیر مقدم اور پھولوں کی بارش تھی۔ صادق کے متعلق وہ نعرے تھے جن کا وہ مستحق ہے مفتی محمود صاحب کا مدرسہ قاسم العلوم اور جماعت اسلامی کا دفتر راستہ میں آئے تو وہاں رنگ ہی بدلا ہوا تھا۔

اب صادق قریشی صاحب پنجاب میں خطابت کے جوہر دکھانے کے بجائے اپنے حلقے میں خاک چھانیں گے اور

انشاء اللہ

ملک عطاء اللہ قوم کی نمایندگی کریں گے۔

بلوچستان میں انتخاب کا بائیکاٹ کیوں؟

: پاکستان قومی اتحاد بلوچستان کے صدر :

محمد زمان خان اچکزئی سے ملاقات

: محمد فاروق قریشی

محبت و مروت، زیرکی و ذہانت اور خدمت و خلوص کو یکجا کر دیا جائے تو اس پیکر کا نام محمد (محبت و مروت) زمان (زیرکی و ذہانت) خان (خدمت و خلوص) ہی ہوگا۔ جناب محمد خان اچکزئی بلوچستان سے گذشتہ دنوں لاہور تشریف لائے تو میں نے بلوچستان سے متعلق معلومات حاصل کرنا چاہیں آپ نے دوسرے روز کا وعدہ فرمایا۔

الفاروق ہوٹل لاہور کی دوسری منزل میں خانصاحب کے روبرو بیٹھا سوال کرنا چاہتا ہوں۔ لیکن وہ بلوچستان کی روایتی مہمان نوازی کے پیش نظر پہلے چائے کو کہتے ہیں۔ میں انکار کرتا ہوں۔ لیکن شاید بلوچستان کے باسی اپنی روایات سے انحراف دعوفلات کو زندگی سے منہ موڑنے کے مترادف خیال کرتے ہیں اور اپنی ہر روایت کو جان کی بازی لگا کر بھی قائم رکھتے ہیں۔ پابندی اور محکومی بھی ان عظیم انسانوں اور حریت پسندوں کی روایت کے خلاف ہے۔ فرنگی سامراج بھی ان سراپا عظمت وہمت لوگوں پر اپنا تسلط جمانے میں ناکام رہا۔ بالآخر اس کو کوچ کرنا پڑا۔ قیام پاکستان سے آج تک یہ خطہ ارضی اپنی حریت پسندی کی روایت کو قائم کرنے کے لئے بیشتر بار بیش بہا قربانیاں دیتا چلا آ رہا ہے۔ اور آج بھی اسی ذوقی جرم کی سزا پا رہا ہے۔ بہر حال بات کافی دور چلی گئی۔ میں نے ان کی روایت کے پیش نظر چائے قبول کی۔ اور سلسلہ سوالات شروع کیا۔

سب سے پہلے تعارف کے سلسلے میں گذارش کی تو فرمانے لگے کہ نام تو آپ کو معلوم ہی ہے کہ محمد زمان خان ہے اچکزئی قوم کی سب کاسٹ حمید زئی سے متعلق ہوں۔ خان صاحب ۲ جون ۱۹۲۵ء بروز جمعہ المبارک عنایت اللہ کاریز (گلستان) کے مقام پر پیدا ہوئے۔ والد صاحب سرکاری ملازم تھے اس لئے ابتدائی تعلیم مختلف مقامات پر حاصل کی میٹرک کا امتحان پشین سے ۱۹۴۱ء میں امتیازی نمبروں سے پاس کیا۔ ۱۹۴۳ء میں ایف۔ ایس۔ سی پشاور سے کیا۔ والد کے اکلوتے فرزند تھے۔ ایف۔ ایس۔ سی کے بعد حالات کے پیش نظر تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔ اور اپنی زمین کی نگہداشت میں مصروف ہو گئے۔

سیاسی سرگرمیوں کی ابتداء کے بارے میں فرمایا کہ اپنی سیاسی زندگی کا آغاز طلباء سیاست سے کیا۔ ۱۹۳۸ء میں مسلم سٹوڈنٹس فیڈریشن تحریک پاکستان کے سلسلے میں سرگرم عمل تھی اور مسلم لیگ کے پروگرام کی ترویج کے لئے جدوجہد کر رہی تھی۔ لہذا اس میں شامل ہو گیا۔ اور تعلیمی زندگی کے بعد مسلم لیگ میں شامل ہو گئے۔ اور تحریک پاکستان کی جدوجہد میں نمایاں حصہ لیا۔

یہاں پر میں نے ایک نازک سا سوال کر ڈالا کہ آپ مسلم لیگ میں ہی کیوں شامل ہوئے؟ تو خان صاحب نے ایک معنی خیز مسکراہٹ کے ساتھ جواب دیا کہ بات دراصل یہ ہے کہ ہم غلامی کے لفظ سے الرجک ہیں اور اسلام پر دل و جان سے نثار۔ جب مسلم لیگ نے یہ نعرہ لگایا کہ ہم انگریز اور ہندو دونوں کی غلامی سے آزادی حاصل کرنے کے لئے ایک خطہ زمین چاہتے ہیں۔ جہاں پر لا الہ الا اللہ کی حکومت ہو گی تو میں ان کے نعرے اور مقاصد کے پیش نظر مسلم لیگ میں شامل ہو گیا۔

قیام پاکستان کے بعد جب میں نے یہ دیکھا کہ مسلم لیگ اپنے مقاصد کے حصول میں سنجیدہ نہیں تو میں بلوچستان کی مقامی اپوزیشن جماعت میں شامل ہو گیا۔ اور ۱۹۵۰ء میں حکومت کی طرف سے بغاوت کا مقدمہ بھی بن گیا۔ دوران مقدمہ چالیس روز جیل رہنا پڑا۔ لیکن الزامات میں کوئی حقیقت نہ تھی۔ اور اس وقت کی عدلیہ بھی مضبوط تھی۔ لہذا حکومت کے بوگس مقدمہ کو ختم کر دیا اور تنبیہہ کے ساتھ رہا کر دیا گیا۔

بعد ازاں نیشنل عوامی پارٹی میں شمولیت اختیار کی اور ایوب آمریت کے خلاف نیپ کے شانہ بشانہ جدوجہد کی۔ نیپ سے متعلق دور میں ہی بنیادی جمہوریتوں کے انتخابات میں حصہ لیا۔ اور یونین کونسل گلستان اور تحصیل پشین کا ممبر منتخب کیا گیا۔ دوسری بار یونین کونسل گلستان کا چیئرمین، ضلع کوئٹہ پشین کا ممبر منتخب کیا گیا۔ اور دوسرے علاقوں کے اجلاس میں ہمیشہ اپنے علاقے کی نمائندگی میرے حصہ میں آئی۔

خان صاحب! آپ جمعیت علماء اسلام میں کیسے شامل ہوئے؟ موضوع کی مناسبت سے میں نے سوال کیا۔ کہنے لگے کہ ۱۹۷۰ء میں عام انتخابات کے موقع پر میں نے تمام سیاسی جماعتوں کے منشور کا بغور مطالعہ کیا۔ جمعیت علماء اسلام پاکستان کے منشور کو عین اسلام

سمجھتے ہوئے اپنے دل اور ضمیر کی آواز پر لبیک کی اور جمعیت میں شامل ہوگیا، کیونکہ میں نے گرد و پیش کا گہری نظر سے جائزہ لیا۔ تمام سیاسی جماعتوں کی ساخت، مقاصد منشور اور طریق کار کا مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجہ پر ... علماء اسلام میں وقت اور پیسہ صرف کرنا ... اسی لئے میں نے ۱۹۷۰ء کے عام انتخابات ... اسلام کے لئے شبانہ روز جدوجہد کی اور اللہ تعالیٰ نے کسی حد تک کامیابی بھی عطا فرمائی۔

اپنے موجودہ عہدہ تک پہنچنے سے متعلق کہنے لگے کہ ابتدائی طور پر جمعیت نے مجھے گلستان کا ناظم عمومی اور ضلع کوئٹہ پشین کا امیر منتخب کیا۔ بعد ازاں صوبائی ناظم عمومی منتخب کر لیا گیا اور جمعیت کی طرف سے ۱۹۷۴ء میں پاکستان سینٹ کے لئے سینیٹر منتخب کیا گیا۔ اس بار جمعیتہ کے انتخابات میں مجھے پھر صوبائی ناظم عمومی پر برقرار رکھا۔ مجلس عمل تحفظ ختم نبوت بلوچستان کا ناظم عمومی بھی مجھے ہی بنایا گیا۔ اور احباب کا اعتماد اس قدر رہا کہ متحدہ جمہوری محاذ بلوچستان کا دوبارہ صدر چنا گیا اور اب پاکستان قومی اتحاد بلوچستان کا صدر بھی منتخب کر لیا گیا۔ یہ سب جماعتی احباب کے اعتماد اور خلوص کا مظہر ہے ورنہ

من آنم کہ من دانم

تعارف کے بعد میں نے انٹرویو کا باضابطہ سلسلہ شروع کرتے ہوئے پہلا سوال کیا کہ پاکستان قومی اتحاد نے بلوچستان میں انتخاب کا بائیکاٹ کیوں کیا؟

خان صاحب پہلو بدلتے اور عینک اتارتے ہوئے یوں گویا ہوئے کہ اس سوال کے جواب کے لئے ہمیں بلوچستان کے سابقہ حالات پر نظر ڈالنی پڑے گی۔ جیسا کہ آپ کو معلوم ہے کہ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں بلوچستان کے عوام نے پیپلز پارٹی کو مسترد کر دیا تھا۔ اور قومی اسمبلی کی پانچ اور صوبائی اسمبلی کی بیس نشستوں میں سے ایک پر بھی پیپلز پارٹی کو کامیابی حاصل نہ ہو سکی۔ یہاں تک کہ ضمانتیں ضبط ہوگئیں۔

انتخابات کے بعد جمہوری اقدار کے مطابق ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ بلوچستان کی اکثریتی جماعتوں جمعیتہ نیپ کو اقتدار منتقل کیا جاتا۔ لیکن موجودہ حکومت سے بلوچستان کی سب سے پہلی حق تلفی یہ ہوئی کہ غوث بخش رئیسانی جو کہ آزاد امیدوار کی حیثیت سے قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے تھے اور بعد میں پیپلز پارٹی میں شمولیت اختیار کر لی تھی تو صوبہ کا غیر نمائندہ گورنر نامزد کیا گیا۔ جب عوامی مطالبات نے زور پکڑا تو چار ماہ کی ٹال مٹول کے بعد جمعیت اور نیپ کی حکومت قائم کی گئی۔ جس پر بھٹو صاحب نے بارہا احسان جتایا حالانکہ یہ ان کا احسان نہیں تھا۔ بلکہ یہ حق عوام نے دیا تھا اور پھر اس نمائندہ حکومت میں گورنر بھٹو صاحب کی تصدیق اور رضامندی سے مقرر کیا گیا۔ لیکن شائد بلوچستان کے عوام کا حق ان غاصبوں کو پسند نہ آیا اور اس نو ماہی صوبائی حکومت کے خلاف مسلسل مرکز سے سازشیں ہوتی رہیں۔

عراقی اسلحہ کی برآمدگی، پٹ فیڈر اور لسبیلہ کے فسادات اس سلسلے کی مختلف کڑیاں ہیں۔ یہاں تک کہ صوبائی حکومت کے خلاف یہ پراپیگنڈا کیا گیا کہ انہوں نے پنجابیوں کو صوبہ سے نکال دیا ہے۔ حالانکہ یہ فیصلہ صوبائی رابطہ کمیٹی کے اجلاس میں عبدالحفیظ پیرزادہ کی صدارت میں کیا گیا کہ ون یونٹ کے خاتمہ کے بعد جو ملازمین دوسرے صوبوں سے آئے ہیں وہ واپس چلے جائیں گے۔ لیکن اس فیصلہ پر عمل درآمد جمعیت اور نیپ کی حکومت کے دور میں ہوا۔ صوبائی حکومت نے ان ملازمین کی منت سماجت کی اور وعدہ کیا کہ وہ یہیں رہیں ان کو بلوچستان کے باشندوں کی طرح برابر کے حقوق دیتے جائیں گے۔ لیکن اس دور کے گورنر پنجاب کھر صاحب نے تمام سرکاری ملازمین کو جن کا تعلق پنجاب سے تھا۔ دو ماہ قبل ہی بلا لیا تاکہ صوبائی حکومت کو انتظامی طور پر مفلوج کر دیا جائے۔ اور مرکزی حکومت کی شہ پر پنجاب حکومت نے ایک تیر سے دو شکار کئے اول یہ کہ بلوچستان کی نئی حکومت کو انتظامی طور پر ناکارہ کر دیا جائے تاکہ بعد میں یہ کہا جا سکے کہ یہ لوگ حکومت کے اہل ہی نہ تھے۔ دوسرے یہ کہ دوسرے صوبوں خصوصاً پنجاب میں بلوچوں کے خلاف پراپیگنڈا کیا جائے کہ یہ لوگ پنجابیوں سے نفرت کرتے ہیں۔ اور بعد میں اس نفرت کے بیج سے پنجاب کی اکثریتی آبادی سے اقتدار کا پھل حاصل کیا جا سکے۔

لیکن جب ان کی تمام تر سازشیں ناکام ہوگئیں تو بلوچستان کی نمائندہ حکومت کو ختم کرنے کا اعلان کیا گیا۔ اکیس کے ایوان میں چودہ ارکان کی اکثریتی حکومت کو ختم کر کے غیر نمائندہ گورنر راج قائم کر دیا گیا اور یہاں تک اسمبلی کو معطل کر کے عوامی نمائندوں کی موجودگی میں صوبائی بجٹ غیر نمائندہ گورنر نے پریس کانفرنس کے ذریعہ پیش کیا۔ اور پھر دوسرے مرحلے میں صوبے میں عوامی نمائندہ اکثریت کو اقلیت میں اور اقلیت کو اکثریت میں تبدیل کرنے کے لئے بے ضمیروں کو خریدا گیا اور صاحب ضمیر افراد کو اپنی راہ سے ہٹانے کے پروگرام ترتیب دیئے گئے۔ بلوچستان اسمبلی کے ڈپٹی سپیکر مولانا شمس الدین اور عبدالصمد اچکزئی کو شہید کیا گیا، ضمنی انتخابات کرائے گئے اور دھاندلی کی ایسی مثالیں قائم کی جن کی نظر اس سے قبل تلاش بسیار کے باوجود بھی نہیں مل سکیں گی۔

زبردستی خود ساختہ اکثریت قائم کر کے نئی وزارت تشکیل دی گئی۔ عوام پر ظلم و ستم کے پہاڑ توڑے گئے۔ اور چھ ڈویژن فوج کو صوبہ میں مسلط کیا گیا۔

فوج کا تذکرہ آیا تو میں نے ضمنی سوال کر دیا کہ فوج تو تعمیراتی مقاصد کے پیش نظر متعین ہے تو خان صاحب نے بڑے جذباتی انداز میں کہا کہ بالکل غلط فوج نے کوئی تعمیراتی کام نہیں کیا۔ بلکہ عوام میں خوف و ہراس اور خود ساختہ اکثریت کے تحفظ کے لئے کام کر رہی ہے۔ تعمیراتی کام ایوب خان کے دور کے بعد آج تک نہیں ہوا بلکہ فوج کے موجودہ کردار سے عوام کے ذہن میں فوج کی عزت و تکریم میں فرق آیا ہے۔ اور اس کی ذمہ داری تمام تر مرکزی حکومت کے سر ہے۔ عوام فوج کے مظالم سے خوف زدہ ہو کر گھروں کو چھوڑ کر پہاڑوں میں چلے گئے ہیں۔ ان کی زندگی اجیرن بن چکی ہے۔ میں حیران ہوں کہ ایک طرف تو حکومت یہ کہتی ہے کہ بلوچستان میں امن و امان برقرار ہے۔ لیکن دوسری طرف اتنی کثیر تعداد میں فوج بھی متعین ہے یہ دروغ گوئی نہیں تو پھر اور کیا ہے؟

بلوچستان میں جمہوری اقدار کو پامال کیا گیا۔ عوامی حقوق کو غصب کئے گئے، آئین کی دھجیاں بکھیری گئیں اور پھر خود مرکزی حکومت نے خود ساختہ حکومت پر بد دیانتی کا الزام لگا کر وہ حکومت بھی ختم کر دی لیکن ہماری حیرت کی اس وقت انتہا نہ رہی۔ جب انہی بد دیانت لوگوں کو وزیر کی بجائے مشیر بنا دیا گیا۔ اور پھر دوبارہ وزیر بنا کر حکومت بنا دی گئی اور آج ان ہی بد دیانت افراد کو پارٹی ٹکٹ دے دیئے گئے اس وقت نو ڈویژن فوج موجود ہے۔ اور جن علاقوں میں فوج متعین ہے۔ ان علاقوں میں موجودہ الیکشن میں کوئی آزاد امیدوار بھی کاغذات جمع کرانے کی

جرأت نہ کر سکا۔ اور چار قومی اور بائیس صوبائی اسمبلی کے ارکان کو بلا مقابلہ منتخب کرا دیا گیا۔ سندھ میں دھاندلی کی وجہ سے بلا مقابلہ انتخاب جیتا گیا۔ جب کہ بلوچستان میں فوج کی وجہ سے کاغذات جمع نہ کرائے جا سکے۔ آج بلوچستان میں عوام کو سرکاری ملازمین پر بھی اعتماد نہیں رہا۔ تمام اداروں کے سربراہ حتیٰ کہ یونیورسٹی کے وائس چانسلر تک فوجی ہیں تمام لوگ ان سے الرجک ہیں۔ اور وزیر اعلیٰ کے اعلان کے باوجود بلوچستان میں اب تک دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ ہے۔ لہٰذا آپ خود بتائیں کہ ان حالات میں آزادانہ اور غیر جانبدارانہ انتخاب کی کیسے اور کن سے توقع کریں صوبائی پارلیمانی بورڈ نے صوبائی حالات کا جائزہ لیا اور بائیکاٹ کا فیصلہ کیا۔ پھر مرکزی پارلیمانی بورڈ نے اس پر غور و خوض کیا اور بالآخر پاکستان قومی اتحاد نے موجودہ حالات کے پیش نظر انتخابات کے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا۔

خان صاحب بلوچستان کے حالات پر سیل سمندر کی طرح بہتے چلے جا رہے تھے۔ لہٰذا میں نے اسی سے متعلق دوسرا سوال کیا کہ پاکستان قومی اتحاد کے اس فیصلے سے رائے عامہ پر کیا اثرات مرتب ہوئے ہیں۔

خان صاحب نے بے ساختہ کہا سندھ اور پنجاب و سرحد میں پاکستان قومی اتحاد کے فیصلے کو سراہا گیا ہے تو بلوچستان جو کہ ظلم و ستم کا نشانہ بنا ہوا ہے۔ وہ لوگ کیوں نہیں سراہیں گے؟ میں تو یہاں تک کہتا ہوں کہ پاکستان قومی اتحاد بلوچستان کے عوام کے دلوں کی آواز ہے اور رائے عامہ پاکستان قومی اتحاد کے حق میں ہے۔ وزیر اعلیٰ بلوچستان نے بیان دیا ہے کہ اپوزیشن بالواسطہ انتخاب میں حصہ لے رہی ہے؟

میں نے موضوع کی مناسبت سے ایک اور سوال کیا تو پاکستان قومی اتحاد بلوچستان کے صدر نے پر زور انداز سے تردید کرتے ہوئے کہا کہ وزیر اعلیٰ بلوچستان بارو زئی صاحب نے مسٹر احمد نواز بگٹی کی مثال دی ہے حالانکہ نیپ کے کالعدم قرار دیئے جانے کے بعد احمد نواز بگٹی کا کسی بھی سیاسی جماعت سے کوئی تعلق نہیں اور کمال تو یہ ہے کہ قومی اتحاد میں شامل کسی جماعت کا کوئی آدمی آزاد حیثیت سے بھی امیدوار نہیں۔ لہٰذا اب خود غور فرمائیں کہ وزیر اعلیٰ کے بیان میں کس حد تک صداقت ہے۔

اب میرا اگلا سوال یہ تھا کہ بلوچستان کی موجودہ صورت حال کیا ہے؟ ظاہر ہے کہ یہ سوال ہر پاکستانی کے ذہن میں ابھرتا ہے جو کہ وہاں کے حالات سے کما حقہٗ واقفیت نہیں رکھتا لہٰذا انٹرویو کے سلسلے میں اس سوال کا ہونا فطری بات تھی۔

خان صاحب موصوف نے انتہائی افسردگی اور آزردگی کے ساتھ کہا کہ ہمارے صوبے سے متعلق ہمارے دوسرے بھائیوں کو غلط اطلاعات فراہم کر کے ہمیں غدار اور وطن دشمن عناصر ظاہر کیا جا رہا ہے۔ حالانکہ پاکستان کی محبت میں ہم کسی سے کم نہیں۔ موجودہ حکومت نے وہاں کے حالات کو ان خطوط پر استوار کر دیا ہے کہ زندگی کے ساتھ سکون کا لازمہ ختم ہو کر رہ گیا ہے۔ معمولی سی بات ہے کہ جب کسی ملک میں عام انتخابات ہوتے ہیں تو اس کا معنیٰ یہ ہوتے ہیں کہ ملک میں اندرونی اور بیرونی طور پر بالکل امن ہے اور کسی قسم کا کوئی خطرہ لاحق نہیں۔ لیکن یہاں دنیا ہی نرالی ہے۔ ہنگامی حالات ہنوز برقرار ہیں سیاسی اسیر اب بھی پس دیوار زنداں ہیں۔ اخبارات پر بندش باقاعدہ موجود ہے۔

عوامی حقوق معطل کر دیئے گئے اب حالات میں آزاد منش شہری کیسے گذر بسر کر سکتا ہے؟ خصوصاً بلوچستان میں تو یہ معاملہ کہیں زیادہ ہے وہاں جان و مال کا تحفظ نہیں۔ پورے صوبے کے غریب عوام کو سیاسی اور معاشی طور پر قتل کر دیا گیا۔ اور جب تک ہنگامی حالت کو ختم نہیں کیا جاتا سیاسی اسیروں کو رہائی نہیں مل جاتی اور شہری حقوق کا تحفظ نہ ہو اور فوجوں کو واپس بیرکوں میں نہ بھیجا جائے اس وقت تک بلوچستان کے حالات بہتر نہیں ہو سکتے۔ وہاں کے عوام بھی پاکستان کے باشندے ہیں۔ ان کے لئے آزادانہ انتخابات کا ماحول پیدا کرنا حکومت کی ذمہ داری ہے۔ کیونکہ حکومت خود تو ایک سال سے انتخابی سرگرمیوں میں مصروف رہی۔ لیکن اپوزیشن کو وقت نہیں دیا۔ اور اپنے تمام کارکنوں کو گاڑیاں سپلائی کی گئیں اور بے دریغ روپیہ صرف کیا گیا۔ ہم پوچھتے ہیں کہ وہ کس فنڈ سے دیا گیا۔ حکومت کو چاہیے کہ وہ قوم کو اس کا حساب دے۔ اور پھر چاروں صوبوں کے وزراء اعلیٰ کو بلا مقابلہ منتخب کرا کر عوام کے شکوک کو مزید تقویت دی گئی۔

انتخابات کے بعد پاکستان قومی اتحاد بلوچستان کے موجودہ انتخابات کے متعلق کیا اقدام کرے گا؟ میں نے اپنا آخری سوال کیا۔

خان صاحب نے بڑے تحمل سے جواب دیا کہ اگر پاکستان قومی اتحاد کی حکومت آ گئی تو بلوچستان کے موجودہ انتخابات کو کالعدم قرار دیا جائے گا اور صوبہ میں فوجوں کو بیرکوں میں بھیج کر اور سیاسی اسیروں کو رہا کر کے حالات معمول پر لائے جائیں گے۔ اور آزادانہ غیر جانبدارانہ انتخابات منعقد کرائے جائیں گے۔ بصورت دیگر مرکزی قائدین حالات کے مطابق فیصلہ کریں گے۔ قبل از وقت کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

گفتگو کے آخر میں خان صاحب نے کہا کہ میں نے کراچی، راولپنڈی، گوجرانوالہ اور لاہور کے عوامی جلسوں میں شرکت کی ہے اور عوام کے جوش و خروش اور جذبات و احساسات کا مشاہدہ کیا ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ عوام کے دلوں میں پاکستان قومی اتحاد کے راہنماؤں کا کس قدر احترام و محبت ہے اور وہ موجودہ حکومت سے کس قدر بیزار ہیں۔ انشاء اللہ ظلم کی اس سیاہ رات کے بعد امن و خوشحالی کا سورج ضرور طلوع ہو گا۔

انہوں نے لاہور کے عوام کا تہ دل سے شکریہ ادا کیا۔ جنہوں نے مولانا عبید اللہ انور کی طبیعت ناساز ہونے کے باعث انہیں جلوس کی قیادت کا شرف بخشا۔ انہوں نے کہا کہ میں لاہور کے عوام کا سپاس گذار ہوں اور اندازہ نہیں لگا سکتا کہ لاہور کے عوام کے دلوں میں مولانا عبید انور سے متعلق کس قدر عقیدت و احترام ہے۔ میں ان کی کامیابی کے لئے دعا گو ہوں۔

خان صاحب کو ایک اور پروگرام میں شرکت کرنا تھی اور نماز عصر کا وقت بھی قریب آ رہا تھا۔ لہٰذا سلسلۂ کلام مجبوراً ہمیں ختم کرنا پڑا۔ اور ان کی شخصیت کے انمٹ نقوش میرے دل و دماغ پر ہمیشہ کے لئے ثبت ہو گئے۔

بآں گروہ کہ از ساغر وفا مستند
سلام ما برسانید ہر کجا ہستند

قاری محمد ایوب نیر نندپوری

خانیوال کی سیاسی ڈائری

پانچ سال کی سیاسی گھٹن نے لیڈروں اور عوام کو ایک دوسرے سے ملنے جلنے نہ دیا۔ اسمبلیوں میں کمزور اور ننھی منھی اپوزیشن اگر کوئی بات کہتی تو اقتدار کی پیشانی پر بل پڑ جاتے۔ بلکہ سیاسی مخالفین کے وجود سے اسمبلیوں کو "پاک" کر دیا جاتا۔ اور اس قومی ادارے کے وقار کو بھی خاطر میں نہ لایا جاتا۔ ملک کی سیاسی پارٹیوں کی جو صورت حال بظاہر سامنے تھی۔ اسے دیکھ کر دل و دماغ یہ باور نہیں کرتے تھے کہ یہ لوگ ایک جگہ مل بیٹھ سکیں گے۔ انہی حالات کے پیش نظر پیپلز پارٹی کے چیئرمین نے غیر متوقع طور پر انتخابات کا اعلان کر دیا۔ اسمبلیاں توڑ دی گئیں اور موجودہ حکومت کو نگران حکومت کی حیثیت دے دی گئی۔ ادھر محب وطن افراد مل بیٹھے اور فوراً اپنے اتحاد کا اعلان کر دیا۔

پیپلز پارٹی کم و بیش دو سال سے انتخابی مہم چلا رہی تھی اسے قطعی یہ امید نہیں تھی کہ عوام جن کے سروں پر پانچ سال سے مسلسل تلوار لٹک رہی ہے۔ وہ اس قدر انتخابات سے قبل اپنی عدالت سے اس کے خلاف فیصلہ صادر کر دیں گے۔ راقم کو گذشتہ دنوں جب بھٹو صاحب لاہور سے ملتان کی طرف پولیس کی فوج ظفر موج لیکر روانہ ہوئے تو اس دن ایک سفر درپیش آیا۔ ہر ایک فرلانگ پر دو سپاہی سڑک پر کھڑے نظر آئے اور میاں چنوں سے ایک صاحب نے بتایا کہ رات سفید کپڑوں میں دس ہزار پولیس نوجوان فلاں کارخانے میں ٹھہرائے گئے ہیں تاکہ وہ "قائد عوام" کے "جلسے کی رونق کو دوبالا کریں"۔

راقم نے ایک دیہاتی سے دریافت کیا کہ آپ جلسہ سننے آئے ہیں؟ تو اس نے اپنے مخصوص انداز اور زبان سے کہا کہ ہمارے زمیندار نے رات کہا تھا۔ صبح میاں چنوں ایک ضروری کام کے سلسلہ میں آدمیوں کی ٹرالی بھر کے لے جانی ہے لہذا تیار رہنا۔ ہمیں یہاں آنے پر معلوم ہوا کہ .... نے آنا ہے اور ہمیں بحیثیت سامعین یہاں لایا گیا ہے۔ اور ہم صبح سے اب (دن کے دو بجے) تک بھوکے پیاسے پھر رہے ہیں۔

ادھر عوامی مرکزی قائدین نے ملک کے طول و عرض میں دورے کا پروگرام بنایا تو لوگوں کا ہر طرف سے سیلاب امڈ آیا۔ پانچ سال بعد صرف تقریر سے پابندی اٹھائی گئی تھی اگر دوسری پابندیاں اور قدغنیں بھی ختم کر دی جاتیں تو حالات نہ معلوم کیسے سامنے آتیں۔ خانیوال میں قائدین کے آنے کا وقت ساڑھے گیارہ بجے رکھا گیا تھا۔ لیکن لوگ صبح ہی سے مقام متعینہ پر پہنچ گئے تھے اور شام ساڑھے چار بجے تک اپنے محبوب رہنماؤں کا شدت سے انتظار کرتے رہے۔ مفتی صاحب کی تقریر کے وقت کئی ہزار کی تعداد موجود تھی یہ لوگ لائے نہیں گئے تھے یہاں نہ پولیس کی ضرورت پیش آئی اور نہ ہی سیکورٹی فورس استعمال کی گئی۔ نہ ہی سفید کپڑوں میں ملبوس پولیس ہزاروں کی تعداد میں اپنے "محبوب قائد" کو سننے کے لئے لائی گئی تھی۔ حضرت مفتی صاحب نے اپنے مخصوص اور بھرپور انداز میں برسر اقتدار گروہ کے چاروں نعروں کا پوسٹ مارٹم کیا اور وقت کی کمی کے پیش نظر عازم ملتان ہو گئے۔ اور لوگ یہ کہنے پر مجبور ہو گئے۔ ؎

زمانہ بڑے شوق سے سن رہا تھا
تمہیں "چل دیئے" داستاں کہتے کہتے

غرض پاکستان بھر کے لوگ برسر اقتدار طبقے کی زیادتیوں غلط پالیسیوں اور نا روا پابندیوں کی وجہ سے اسے رد کر چکے ہیں اور مزید انہیں مسلط دیکھنا نہیں چاہتے۔ مقامی طور پر قومی اتحاد کے جلسوں کو جب دیکھا جاتا ہے تو ان میں بھی یہی کیفیت پائی جاتی ہے۔ پیپلز پارٹی بھرپور اور بارونق قسم کا ایک بھی جلسہ نہیں کر سکی۔ اب قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے انتخابات بالکل قریب ہیں۔ تمام امیدواران اسمبلی زبردست جدوجہد میں مصروف ہیں۔ جیپیں اور کاریں ہواؤں میں پھنکاریں بھر رہی ہیں۔

اب ہم خانیوال شہر اور ملکوک پر مشتمل قومی اور صوبائی اسمبلیوں کے امیدواران کا ایک مختصر سا تعارف اور انتخابی جائزہ کر لیتے ہیں۔ قومی اسمبلی حلقہ ۱۱۲ ملتان ۲ میں اس وقت تین امیدوار ڈٹے ہوئے ہیں۔ چودھری نور محمد چوہان عقیدہ کے اعتبار سے کٹر سوشلسٹ ہیں اور غالباً سوشلسٹ پارٹی کے صوبائی نائب صدر بھی ہیں۔ وہ ابھی تک شہر یا کسی گاؤں میں کوئی ... پائے۔ بلکہ ایک جیپ پر اعلانات ہی کو اپنی ... تصور کرتے ہیں۔ چوہان صاحب غریبوں کا نام ... امیروں کی صف میں کھڑا کرنے کے دعویدار ہیں لیکن لوگ ان کے امیرانہ ٹھاٹھ باٹھ دیکھ کر عجیب و غریب مخمصے میں پڑ جاتے ہیں۔ غالباً وہ دست غیب کے منتظر ہیں وگرنہ اب تک بیٹھ چکے ہوتے۔

اصل مقابلہ اس سیٹ پر "تلوار" اور "ہل" کے درمیان ہو گا۔ پی پی پی کی طرف سے میجر ریٹائرڈ رفعت حیات خان ڈاہا کو ٹکٹ ملا ہے مقامی طور پر موصوف کا عوام سے قطعاً کوئی رابطہ نہیں ہے اور نہ ہی وہ سیاسی سوجھ بوجھ کے مالک ہیں۔ البتہ ان کے بھائی میجر ریٹائرڈ آفتاب کا ایک حلقہ ہے۔ یہ دونوں بھائی ایک دوسرے کے مدمقابل الیکشن لڑ رہے تھے لیکن سنا ہے کہ برادری اور بذریعہ پولیس دونوں بھائیوں کی صلح کرا دی تھی۔ اب اگرچہ آفتاب ڈاہا اپنے بھائی کے مدمقابل نہیں ہیں۔ لیکن خلوتیان راز کا کہنا ہے کہ

اس ضلع میں دوام اور ہم آہنگی نہیں ہے۔ یہ تو سائیہ تلوار کو ٹالنے کا ایک بہانہ تھا اور اب بھی اندرون خانہ ووٹ "ہل" کو جائیں گے۔ میجر رفعت حیات عرصہ ہوا جماعت اسلامی میں بھی شامل ہوئے تھے۔ لیکن ان کے "لیل و نہار" اور "مخصوص محافل" ان کے آڑے آئیں اور وہ زیادہ دیر تک جماعت اسلامی کے ساتھ نہ چل سکے۔

گذشتہ دنوں دورۂ ملتان کے وقت جب حضرت مفتی صاحب نے خانیوال خطاب فرمایا تھا تو بہت سے لوگوں کے دلوں اور گھروں سے سہ رنگا پرچم اترنا شروع ہو گیا تھا۔ اور لوگ حقیقت کی طرف پلٹنا شروع ہو گئے ہیں۔ سننے میں آیا ہے کہ بعض "سکہ بند پیپلئیے" بھی ووٹ کاسٹ کرتے وقت "ہل" کے نشان پر ہی مہر لگائیں گے۔ ویسے بھی "اہل ہل" حقیقی طاقت کا مالک باری تعالیٰ کو سمجھتے ہیں اور دلوں کا پھیرنا بھی اسی کے قبضے میں ہے۔ ادھر اس سیٹ کے لئے قومی اتحاد کی طرف سے حاجی راؤ شاکر علی کو ٹکٹ دیا گیا ہے وہ مقامی طور پر جانی پہچانی شخصیت اور نہایت ہی شریف الطبع انسان ہیں۔ پابند صوم و صلوٰۃ اور زبردست سیاسی سوجھ بوجھ کے مالک ہیں کوئی بھی سیاسی یا مذہبی تحریک ہو راؤ صاحب اس میں نمایاں ہوتے ہیں۔ ایک دفعہ اس سلسلہ میں جیل بھی جا چکے ہیں۔ لیکن انہیں اپنے مؤقف اور ارادے سے کوئی بھی متزلزل نہیں کر سکا۔ اللہ تعالیٰ نے قوت گویائی بھی بخشی ہے۔ سیاسی طور پر پاکستان جمہوری پارٹی سے منسلک اور نوابزادہ نصر اللہ خان کے معتمد ساتھیوں میں سے ہیں۔ ان کے لئے بھی جماعتوں کے کارکن رات دن کام کر رہے ہیں۔

مقامی علمائے کرام اور مقررین روزانہ جلسے کر کے اور عوام تک اپنی آواز پہنچا رہے ہیں۔ جس سے راؤ صاحب کی پوزیشن نہایت مضبوط ہو چکی ہے۔ لہٰذا اب "پیپلز پارٹی" نہایت پریشان ہے۔ لیکن اس کے نادان دوست تھری پی کے امیدوار کی ڈھارس بندھاتے اور جلسوں کے بغیر پانچ پانچ کالمی سرخیاں لگواتے ہیں۔ کیونکہ وہ خود عوام کے سامنے آنے سے غالباً حجاب محسوس کرتے ہیں۔ لیکن اس غبارے سے ہوا نکل چکی ہے اور وہ زیادہ سے زیادہ پانچ مارچ تک ان کا ساتھ دے گا۔ اس کے بعد زبردست دھماکے کے ساتھ پھٹ جائے گا۔

آئیے! اب آپ کو صوبائی سیٹ نمبر ۱۶۰ خانیوال کی طرف لے چلیں۔ اس سیٹ پر پیپلز پارٹی کی طرف سے عبدالمجید انور ایڈووکیٹ، سید حسن رضا نقوی (آزاد) اور قومی اتحاد کی جانب سے ملک غلام سرور اعوان ایڈووکیٹ انتخاب میں حصہ لے رہے ہیں۔ حسن رضا کی گاڑی کئی روز سے دیکھنے میں نہیں آئی وہ غالباً شہر کو "کور" کرنے کے بعد دیہات کا رخ کر چکے ہیں۔ آج تک ان کا جلسہ سننے یا دیکھنے میں نہیں آیا۔ شہری ان کی شکل و صورت سے بھی آشنا نہیں۔ اصل مقابلہ یہاں بھی "ہل" اور "تلوار" کے درمیان ہو گا۔

صاحب تلوار اگرچہ سیاسی کارکن ہیں اور انجمن مسیحاں کے صدر ہیں۔ لیکن ہل کے سامنے ان کا ٹھہرنا مشکل ہے۔ کیونکہ وہ اپنی نجی محافل اور عام جلسوں میں شعائر اسلامی اور علمائے کرام کا انتہائی غلط اور نیلینظ طور پر مذاق اڑاتے اور اللہ تعالیٰ کی ذات پر حملہ آور ہوتے ہیں۔ ان کی اس چیز کو دیکھ کر لوگ متنفر ہوتے جا رہے ہیں۔ اور اس طرز عمل کو ان کے بعض ساتھی بھی اپنا چکے ہیں۔ لہٰذا وہ انہیں مزید نقصان پہنچا رہے ہیں۔

اب قومی اتحاد کے امیدوار ملک غلام سرور ایڈووکیٹ کا جائزہ پیش خدمت ہے۔ ملک صاحب بذات خود وکالت کے پیشے سے منسلک اور کم گو انسان ہیں۔ ان کے والد محترم کا "حلقۂ طبابت" شہر کے علاوہ چکوک تک پھیلا ہوا ہے اور زبردست شہرت کے مالک ہیں ویسے بھی "ہل" کی شہرت انہیں مقبول بنا رہی ہے۔ صوبائی اسمبلی کے ٹکٹ کے سلسلہ میں ایک بدمزگی پیدا ہوئی تھی وہ یوں کہ قومی اتحاد کے بورڈ نے یہاں کے ایک زبردست سیاسی کارکن چودھری بشیر احمد خاور کو ٹکٹ دیا تھا۔ ان کی خدمات اور قربانیوں کا دائرہ خاصا وسیع ہے۔ سبھی جماعتوں کے لوگ ان کا احترام کرتے اور ان کی بات پر کان دھرتے ہیں۔ لیکن بعض وجوہ اور دیگر عوامل کی وجہ سے یہ ٹکٹ ملک غلام سرور کو دے دیا گیا۔ شہر میں یہ تاثر دیا گیا کہ خاور اور ان کا حلقۂ اثر صوبائی سیٹ پر "ہل" کو ووٹ نہیں دے گا۔ لیکن گذشتہ دنوں ایک زبردست جلسہ عام میں خاور صاحب نے اس تاثر کو بھی زائل کر دیا۔ اور لوگ پہلے سے زیادہ ان کے معترف ہو گئے۔ انہوں نے تقریر کرتے ہوئے کہا "قائدین کی بات ماننا میں اپنے لئے فرض سمجھتا ہوں اور اسی بات کے پیش نظر میں انتخاب سے دستکش ہوتا ہوں۔

یہ بات کہی جا رہی ہے کہ خاور اور اس کا حلقہ صوبائی اسمبلی کے امیدوار کی حمایت نہیں کرے گا۔ میں کہتا ہوں یہ تو ایک ٹکٹ کا معاملہ ہے استحکام پاکستان اور اسلامی قوانین کے نفاذ و ترویج کے لئے میری جائداد قرق کر لی جائے۔ میرے بچے ذبح کر دیئے جائیں۔ اور مجھے تختۂ دار پر لٹکا دیا جائے تو میں اس سے بھی دریغ نہیں کروں گا۔ میری تمام تر توانائیاں قومی اتحاد کے ساتھ ہیں

بات ہو رہی تھی ملک غلام سرور ایڈووکیٹ امیدوار صوبائی اسمبلی اور عبدالمجید انور کے مقابلے کی یہاں بھی معرکے کا رن پڑے گا۔ لیکن "ہل" انشاء اللہ یہاں بھی تلوار کو توڑے گا۔ اور کامیابی غلام سرور کے حصے میں آئے گی۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا "تھری پی" کے امیدوار اور ان کے مقررین نے جو انداز علمائے کرام کی تضحیک اور شعائر اسلامی کے استخفاف کے سلسلہ میں اپنا رکھا ہے وہ انہیں دن بدن نقصان سے دوچار کر رہا ہے۔ دراصل وہ پیپلز پارٹی کے مرکزی چیئرمین کے نقش قدم پر چل رہے ہیں۔ یہ ان کے بس کی بات

جناب محمد زاہد

نمائندہ ترجمان اسلام،

صوبہ سندھ کے دورہ پر ہیں۔ جماعتی احباب تعاون فرمائیں

سید عطاء الرحمٰن جعفری بی اے آنرز
سیکرٹری مرکزی پارلیمانی بورڈ

قومی اسمبلی کے لیے پنجاب سے

پاکستان قومی اتحاد کے امیدواران کی فہرست

نمبر شمار	حلقہ نمبر				امیدواران کے اسمائے گرامی
۱	این اے	۳۵	اسلام آباد		پروفیسر غفور احمد صاحب
۲	〃	۳۶	راولپنڈی	۱	راجہ ظفر الحق صاحب۔
۳	〃	۳۷	〃	۲	مرزا خالق حسین صاحب
۴	〃	۳۸	〃	۳	ایئر مارشل اصغر خان صاحب
۵	〃	۳۹	〃	۴	مولانا فتح محمد صاحب۔
۶	〃	۴۰	〃	۵	کرنل تصدق حسین صاحب
۷	〃	۴۱	کیمبل پور	۱	شیخ محمد افضل صاحب
۸	〃	۴۲	〃	۲	سید شاہد حسین بخاری
۹	〃	۴۳	〃	۳	عبدالرحمٰن صاحب۔
۱۰	〃	۴۴	جہلم	۱	چوہدری عبدالمالک صاحب
۱۱	〃	۴۵	〃	۲	قاضی مشتاق احمد صاحب
۱۲	〃	۴۶	〃	۳	مولانا محمد اکرم صاحب (جمعیت)
۱۳	〃	۴۷	گجرات	۱	چوہدری ظہور الٰہی صاحب
۱۴	〃	۴۸	〃	۲	چوہدری ظہور الٰہی صاحب۔
۱۵	〃	۴۹	〃	۳	چوہدری محمد اکرم صاحب۔
۱۶	〃	۵۰	〃	۴	راجہ محمد افضل صاحب
۱۷	〃	۵۱	〃	۵	ممتاز احمد صاحب
۱۸	〃	۵۲	〃	۶	علامہ عنایت اللہ گجراتی۔
۱۹	〃	۵۳	سرگودھا	۱	قاری عبدالسمیع صاحب (جمعیت)
۲۰	〃	۵۴	〃	۲	قاضی مرید احمد صاحب
۲۱	〃	۵۵	〃	۳	سید نصرت علی شاہ صاحب
۲۲	〃	۵۶	〃	۴	میر مظہر حسین صاحب۔
۲۳	〃	۵۷	〃	۵	چوہدری ظفر اللہ صاحب
۲۴	〃	۵۸	〃	۶	میاں محمد اکرم رانجھا۔ صاحب
۲۵	〃	۵۹	〃	۷	چوہدری فضل الٰہی صاحب
۲۶	〃	۶۰	میانوالی	۱	مولانا عبدالستار خان نیازی صاحب
۲۷	〃	۶۱	〃	۲	〃 〃 〃 〃

نمبر شمار	حلقہ نمبر				امیدواران کے اسمائے گرامی
۲۸	این اے	۶۲	میانوالی	۳	مولانا عبداللہ صاحب (جمعیت)
۲۹	〃	۶۳	جھنگ	۱	ظہور احمد لالی صاحب۔
۳۰	〃	۶۴	〃	۲	مولوی رحمت اللہ صاحب
۳۱	〃	۶۵	〃	۳	ظفر جمال صاحب۔
۳۲	〃	۶۶	〃	۴	نوابزادہ افتخار احمد انصاری
۳۳	〃	۶۷	〃	۵	نوازش علی خان صاحب
۳۴	〃	۶۸	لائل پور	۱	طفیل احمد صاحب۔
۳۵	〃	۶۹	〃	۲	میاں زاہد سرفراز صاحب
۳۶	〃	۷۰	〃	۳	چوہدری صدیق رندھاوا۔
۳۷	〃	۷۱	〃	۴	چوہدری طالب حسین صاحب
۳۸	〃	۷۲	〃	۵	رائے اصغر علی کھرل صاحب
۳۹	〃	۷۳	〃	۶	چوہدری محمد حسین صاحب
۴۰	〃	۷۴	〃	۷	چوہدری رحمت علی بسرا
۴۱	〃	۷۵	〃	۸	مولانا محمد صدیق صاحب
۴۲	〃	۷۶	〃	۹	غازی محمد عبداللہ صاحب
۴۳	〃	۷۷	〃	۱۰	چوہدری دین محمد صاحب
۴۴	〃	۷۸	〃	۱۱	ڈاکٹر کیپٹن نصیر احمد صاحب
۴۵	〃	۷۹	〃	۱۲	عبدالرحمٰن جامی صاحب
۴۶	〃	۸۰	〃	۱۳	مسٹر حمزہ صاحب۔
۴۷	〃	۸۱	لاہور	۱	چوہدری رفیق احمد باجوہ
۴۸	〃	۸۲	〃	۲	محمد حنیف رامے صاحب
۴۹	〃	۸۳	〃	۳	میاں خورشید محمود قصوری
۵۰	〃	۸۴	〃	۴	ملک محمد قاسم صاحب
۵۱	〃	۸۵	〃	۵	امیر حبیب اللہ خان سعدی
۵۲	〃	۸۶	〃	۶	حضرت مولانا عبیداللہ انور
۵۳	〃	۸۷	〃	۷	چوہدری رحمت الٰہی صاحب
۵۴	〃	۸۸	〃	۸	عبدالقیوم پاہٹ صاحب

نمبر شمار	حلقہ نمبر				امیدواران کے اسمائے گرامی
۵۵	این اے	۱۹	قصور	۱	میاں جمیل احمد شاہ قصوری
۵۶	〃	۹۰	〃	۲	چوہدری کمال الدین کمال سالارپوری
۵۷	〃	۹۱	〃	۳	علامہ احسان الٰہی ظہیر صاحب
۵۸	〃	۹۲	〃	۴	مولانا معین الدین لکھوی صاحب
۵۹	〃	۹۳	شیخوپورہ	۱	چوہدری مرید الدین صاحب
۶۰	〃	۹۴	〃	۲	میاں عبداللطیف صاحب
۶۱	〃	۹۵	〃	۳	چوہدری محمد حسین چٹھہ صاحب
۶۲	〃	۹۶	〃	۴	شیخ نذیر احمد صاحب
۶۳	〃	۹۷	〃	۵	ملک شہادت خان صاحب
۶۴	〃	۹۸	گوجرانوالہ	۱	چوہدری احمد نصار چٹھہ صاحب
۶۵	〃	۹۹	〃	۲	ارشاد اللہ تارڑ صاحب
۶۶	〃	۱۰۰	〃	۳	غلام دستگیر صاحب ۔
۶۷	〃	۱۰۱	〃	۴	چوہدری ظفر اللہ صاحب
۶۸	〃	۱۰۲	〃	۵	سید فضیل الرحمٰن صاحب
۶۹	〃	۱۰۳	〃	۶	قاضی عصمت اللہ صاحب (جمعیت)
۷۰	〃	۱۰۴	سیالکوٹ	۱	چوہدری محمد صفدر صاحب ۔
۷۱	〃	۱۰۵	〃	۲	چوہدری نصیر الدین صاحب
۷۲	〃	۱۰۶	〃	۳	مولانا منظور احمد صاحب
۷۳	〃	۱۰۷	〃	۴	اسد اللہ باجوہ صاحب
۷۴	〃	۱۰۸	〃	۵	خواجہ محمد اقبال بٹ صاحب
۷۵	〃	۱۰۹	〃	۶	بارک اللہ خان صاحب
۷۶	〃	۱۱۰	〃	۷	ملک محمد سلمان صاحب
۷۷	〃	۱۱۱	ملتان	۱	مہر محمد رفیق صاحب
۷۸	〃	۱۱۲	〃	۲	راؤ شاکر علی صاحب
۷۹	〃	۱۱۳	〃	۳	چوہدری غلام حیدر صاحب
۸۰	〃	۱۱۴	〃	۴	محمد عارف صاحب ایڈووکیٹ
۸۱	〃	۱۱۵	〃	۵	میاں ساجد پرویز صاحب
۸۲	〃	۱۱۶	〃	۶	شیخ خضر حیات صاحب
۸۳	〃	۱۱۷	〃	۷	مولانا حامد علی صاحب ۔
۸۴	〃	۱۱۸	〃	۸	خورشید احمد صاحب کانجو ۔
۸۵	〃	۱۱۹	〃	۹	ظفر اللہ خان صاحب ۔
۸۶	〃	۱۲۰	〃	۱۰	چوہدری عبدالرزاق صاحب
۸۷	〃	۱۲۱	دہاڑی	۱	خان جمشید علی خان صاحب
۸۸	〃	۱۲۲	〃	۲	صوفی محمد طفیل صاحب ۔
۸۹	〃	۱۲۳	〃	۳	قربان علی چوہان صاحب
۹۰	〃	۱۲۴	ڈی جی خان	۱	حضرت مولانا مفتی محمود صاحب (جمعیت)
۹۱	این اے	۱۲۵	ڈی جی خان	۲	خالد عبداللہ صاحب کھوسو
۹۲	〃	۱۲۶	〃	۳	عبدالمجید ایڈووکیٹ ۔
۹۳	〃	۱۲۷	مظفرگڑھ	۱	مولانا محمد لقمان صاحب (جمعیت)
۹۴	〃	۱۲۸		۲	نواب زادہ نصر اللہ خان ۔
۹۵	〃	۱۲۹		۳	ڈاکٹر دوست محمد صاحب
۹۶	〃	۱۳۰		۴	میاں محمد بشیر صاحب ۔
۹۷	〃	۱۳۱		۵	چوہدری محمد علی علوی صاحب
۹۸	〃	۱۳۲	ساہی وال	۱	چوہدری محمود احمد صاحب
۹۹	〃	۱۳۳		۲	چوہدری نذیر منصور صاحب
۱۰۰	〃	۱۳۴		۳	چوہدری محمد نواز صاحب
۱۰۱	〃	۱۳۵		۴	میاں ظفر اقبال صاحب
۱۰۲	〃	۱۳۶		۵	سید محمد عباس صاحب
۱۰۳	〃	۱۳۷		۶	مولانا نور اللہ صاحب
۱۰۴	〃	۱۳۸		۷	چوہدری بشیر احمد صاحب
۱۰۵	〃	۱۳۹		۸	رانا محمد ظفر اللہ خان صاحب
۱۰۶	〃	۱۴۰	بہاولپور	۱	ڈاکٹر عبدالخالق صاحب
۱۰۷	〃	۱۴۱	〃	۲	چوہدری حشمت علی صاحب
۱۰۸	〃	۱۴۲	〃	۳	میاں اللہ نواز صاحب
۱۰۹	〃	۱۴۳	〃	۴	ڈاکٹر محمد اسماعیل صاحب
۱۱۰	〃	۱۴۴	بہاولنگر	۱	مولانا محمد شریف صاحب وٹو (جمعیت)
۱۱۱	〃	۱۴۵		۲	میاں محمد خالق لائیکا ۔
۱۱۲	〃	۱۴۶		۳	ملک محمد قاسم صاحب
۱۱۳	〃	۱۴۷	رحیم یار خان	۱	مامون الرشید صاحب
۱۱۴	〃	۱۴۸	〃	۲	میاں سراج احمد صاحب (جمعیت)
۱۱۵	〃	۱۴۹	〃	۳	مخدوم نور محمد صاحب ۔
۱۱۶	〃	۱۵۰	〃	۴	نواب زادہ سید حسن محمود صاحب

علماء حق کی کامیابی

عوام کی کامیابی اور اسلام کی کامیابی ہے

محمد صلاح الدین مدرسہ مظہر الحق مسجد ٹھل نو جیکب آباد

عطاء الرحمن جعفری بی اے آنرز۔
سیکرٹری مرکزی پارلیمانی بورڈ پاکستان

پنجاب اسمبلی کیلیے پاکستان قومی اتحاد کے ٹکٹ پر کھڑے ہونیوالے

جمعیۃ کے امیدواران کی فہرست

۱۔ ضلع راولپنڈی پی پی نمبر ۸
قاری محمد اسد اللہ عباسی (مری)

۲۔ ضلع کیمبل پور پی پی نمبر ۱۳
قاری سعید الرحمن صاحب۔

۳ ضلع جہلم پی پی نمبر ۱۹
چوہدری فضل الہی صاحب۔

۴ ضلع سرگودھا پی پی نمبر
مولانا جلال الدین صاحب۔ " " ۳۷
مولانا محمد اسماعیل صاحب " " ۳۹
جہانگیر شیخ صاحب " " ۴۵

۵۔ ضلع میانوالی
حافظ ممتاز علی صاحب " " ۵۶

۶۔ جھنگ
مولانا منظور احمد چنیوٹی صاحب " " ۵۷
حکیم عبد اللطیف صاحب " " ۶۲
مفتی عبد الحلیم صاحب " " ۶۳
سلطان خضر حیات صاحب " " ۶۵
مولانا بشیر احمد صاحب " " ۶۶

۷ ضلع لائلپور
محمد سلیم صاحب " " ۸۳

۸۔ ضلع قصور۔
حاجی رحمت اللہ صاحب " " ۱۱۶

۹ ضلع شیخوپورہ
عبد اللطیف انور " " ۱۲۵

۱۰ ضلع سیالکوٹ۔
خان عبد اللطیف صاحب " " ۱۵۶

۱۱ ضلع ملتان
خورشید عباسی ایڈووکیٹ ۱۵۷
محمد [illegible] ۱۵۸
ملک عطاء اللہ صاحب پی پی نمبر ۱۶۶
نور عالم قریشی صاحب " " ۱۶۹
قاری نور الحق قریشی صاحب " " ۱۷۲
عبد الرحمن صاحب " " ۱۷۵

۱۲۔ ضلع وہاڑی
میاں محمد رفیق صاحب " " ۱۷۸

۱۳ ضلع ڈی۔ جی خان۔
مولانا غلام فرید قیصرانی " ۱۸۹
غلام قاسم خان صاحب پی پی نمبر ۱۹۰

۱۴ ضلع ساہیوال۔
منیر اظہر صاحب " ۲۰۵
قاضی ضرغام الحق " " ۲۱۱

۱۵۔ ضلع بہاولپور
محمد عبد اللہ قریشی " ۲۱۹
عبد الستار ہمدانی " ۲۲۳

۱۶ ضلع بہاولنگر
مولانا محمد یوسف صاحب ۲۲۰

قومی اسمبلی صوبہ سرحد میں جمعیۃ کے امیدوار

۱۔ ڈیرہ اسماعیل خان : مولانا مفتی محمود صاحب مدظلہ۔
۲۔ بنوں : مولانا صدر الشہید صاحب
۳۔ " : مولانا احمد جان صاحب۔
۴۔ کوہاٹ : مولانا حبیب گل صاحب۔
۵۔ " : مولانا نعمت اللہ صاحب
۶۔ پشاور : مولانا عبد الحق صاحب
۷ سوات : مولانا عبد الرحمن صاحب بمقام [illegible]
۸ ہزارہ : مولانا فقیر محمد صاحب

صوبائی اسمبلی صوبہ سرحد میں جمعیۃ کے امیدوار

۱۔ پشاور ۴ مولانا محمد امیر صاحب بجلی گھر۔
۲۔ کوہاٹ ۳۱ مولانا حافظ فخر الاسلام۔ ہنگو
۳۔ کوہاٹ نمبر ۲۹۔ جاوید پراچہ صاحب۔ کوہاٹ شہر
۴۔ " " ۳۲۔ ڈاکٹر گل رحمن صاحب۔ کرک
۵ ہزارہ " ۴۵ حاجی عبد الستار خان بفہ
۶۔ " " ۴۶ غلام نبی شاہ صاحب
۷۔ " " ۴۸ مولانا حاجی فقیر محمد خان صاحب۔ بٹگرام
۸۔ " " ۵۰ دوست محمد خان صاحب
۹۔ " " ۵۲ ملک جہاندار صاحب
۱۰۔ " " ۵۳ حافظ جمیل صاحب۔
۱۱ ڈیرہ اسماعیل خان " ۵۴ مولانا عبد القدوس صاحب ڈیرہ سیر
۱۲ " " ۵۵ صاحبزادہ شمس الدین صاحب
۱۳ " " ۵۶ مولانا علاء الدین صاحب۔
۱۴ " " ۵۷ مولانا قاضی عبد اللطیف کلاچی
۱۵ " " ۵۸ مولانا فتح خان صاحب۔ ٹانک
۱۶ بنوں " ۵۹ عمر نواز خان صاحب۔
۱۷ " " ۶۱ محمد رحمن صاحب
۱۸ " " ۶۳ مولانا امان اللہ صاحب
۱۹ " " ۶۲ امیر نواز خان صاحب ایڈووکیٹ لکی
۲۰ سوات نمبر ۶۵ مولانا عزیز الرحمن صاحب ایم بنیر
۲۱ مردان ۶۸ قاضی محمد مراد صاحب مسلم سب ڈویژن

پاکستان قومی اتحاد کے صدر مفکر اسلام مولانا مفتی محمود کی زندگی کا

ایک گوشہ

محمد اسلم شیخوپوری

افغان قوم کے نام ور قبیلہ "ناصر" کی مشہور شاخ یحییٰ خیل کا علمی خاندان اپنی شجاعت و دلیری، غیرت وحمیت، فیاضی و سخاوت حق گوئی و بیباکی، علمی برتری، اور اسلام دوستی میں معروف ہے اس خاندان کے ایک فرد مولانا محمد صدیق صاحبؒ افغانستان سے ہجرت کر کے ڈیرہ اسماعیل خاں آگئے۔ اور یہاں سے چالیس میل دور پنیالہ کے مقام پر سکونت اختیار کی۔ مولانا محمد صدیق صاحبؒ بلند پایہ عالم ہونے کے ساتھ ساتھ طریقت کے سلاسل اربعہ میں مجاز تھے۔ ان کی طبیعت میں اللہ تعالیٰ نے حسد و کبر، بغض و ریا، حرص و طمع اور جبن و بزدلی کی جگہ خلوص و خشیت تحمل و بردباری، تواضع و قناعت صبر و شکر اور شجاعت و بہادری جیسے عظیم اوصاف رکھے تھے۔

۶ ربیع الثانی بمطابق ۱۳۳۷ھ کو خالق اکبر نے مولانا محمد صدیق صاحبؒ کو ایک روشن جبیں، مجود وحسین، [illegible] ہیں اور نیک طلعت و روشن بخت فرزند ارجمند عطا کیا۔ وہ اپنے بچے کی ولادت پر مسرور اور بے حد شاداں و فرحاں تھے۔ اس کی فراخ جبیں انوار ربانی سے چمک رہی تھی۔ مولانا نے اپنی دینی بصیرت سے محسوس کیا کہ گلشن اسلام میں ایک غنچہ چٹکا ہے۔ اور فلک اسلام پر ایک کوکب تیز تابندہ ہوا ہے۔ ڈیرہ اسماعیل خاں کے لق و دق صحراؤں، سنگلاخ میدانوں اور سربفلک پہاڑوں کے دامن میں نشوونما پانے والا یہ بچہ اچھی صحت قوی جسم، فطری شجاعت، درثی عزت اور قابل رشک ذکاوت و ذہانت کا مالک تھا۔ صحراء کی پاک ہواؤں نے اس کے طاقتور جسم کی صحت کی نگہداشت کی کوہسار نے بلند کردار میں پختگی اور دینی ماحول نے ذہن میں ایمانی جلا اور اسلامی غیرت وحمیت پیدا کی۔ مولانا محمد صدیقؒ کے اس لخت جگر کا نام محمود ہے۔ جسے چھوٹی ہی عمر میں پنیالہ گورنمنٹ ہائی سکول میں داخل کرا دیا گیا۔ محمود، قابل رشک حد تک ذہین تھا۔ پنیالہ میں سالانہ امتحان ہو رہا تھا۔ چار سکولوں کے طلباء موجود تھے۔ ان میں وہ بھی تھے۔ جن کی لیاقت و قابلیت پر ان کے اساتذہ کو ناز تھا۔ محمود سب طلباء میں سے صغیر السن تھا۔ لیکن با ایں ہمہ اس نے اوّل پوزیشن حاصل کر لی۔ محمود کی فطانت و ذکاوت کا اندازہ پنیالہ کے ہیڈ ماسٹر حاجی غلام حسین کھرل۔ (ریٹائرڈ) کے درج ذیل بیان سے لگایا جا سکتا ہے بسال ۱۹۳۲ء میں جب گورنمنٹ ہائی سکول پنیالہ میں تبادلہ کے لئے میرے نام احکامات جاری کر دیئے۔ ان دنوں پنیالہ کی شہری سیاست پنیالہ سکول کے نظم وضبط پر بری طرح اثر انداز ہو رہی تھی۔ اور سکول کا نظم و ضبط ٹھوس بنیادوں پر استوار کرنے کے لئے ایک کہنہ مشق تجربہ کار مدرس کی ضرورت تھی۔ معلوم نہیں ہیڈ ماسٹر سکول کو مجھ میں کونسی خوبی نظر آئی اس نے اس اصلاحی اقدام کی ذمہ داری مجھ ناتواں کے کندھوں پر ڈال دی۔

نہ جائے رفتن نہ پائے ماندن

طوعاً وکرھاً مجھے یہ ذمہ داری قبول کرنا پڑی۔ اب اس ماحول میں نو وارد ہونے کے باعث مجھے ایک نباض کی ضرورت تھی جو رہبر صادق کا کام دے سکے۔ حالات کے بگاڑ کے اسباب و علل کی نشان دہی کرتے ہوئے ان شخصیات سے بھی آگاہ کرے جن کا نظم وضبط کی شکست و ریخت میں پوشیدہ ہاتھ ہو۔ چنانچہ اکثر طلباء سے سوال کیا۔ لیکن کوئی جواب نہ ملا یہ معلوم ہوتا تھا کہ سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے تھے مجھے اپنے مشن کی ناکامی کا بڑا افسوس تھا۔ ان دنوں ایک طالب علم "محمود" نامی بھی زیر تعلیم تھا، جس کی کشادہ پیشانی سے حسن سیرت کے آثار ہویدا تھے۔ اس کی بلند نگاہی سے عالی ہمتی اور اولوالعزمی مترشح تھی۔ تعلیم میں دلچسپی میں منفرد حیثیت حاصل تھی میں نے بطور تفحص اس سے بھی پوچھا جس کا اس سے پہلے ناکام اعادہ ہو چکا تھا۔ "محمود" نے کمال راست گوئی سے کام لیتے ہوئے تمام مقامی کوائف سے آگاہ کیا۔ اور پیدا شدہ خرابیوں کے ازالہ کے لئے ایسے مناسب اور بر محل مشورے دیئے کہ میں محمود کی ذہانت، اخلاقی جرأت، بیباکی، راست گفتاری کا قائل ہو گیا۔ اور داد دیئے بغیر نہ رہ سکا۔ اب مجھے گوہر مقصود مل چکا تھا۔

چنانچہ اللہ کا نام لے کر میں نے محمود کے تیار کردہ منصوبوں پر عمل کرنا شروع کر دیا۔ اور چند ہی دنوں میں سکول کا نظم وضبط ایک مثالی صورت اختیار کر گیا۔ میرے تجربے اور معاملہ فہمی کی دھاک بیٹھ گئی۔ احباب حیران تھے کہ میرے قیاس کتنے صحیح ہوتے ہیں اور کسی پیدا ہونیوالی خرابی کا انکشاف قبل از وقت کیسے ہو جاتا ہے۔ میں انہیں مسکرا کر جواب دیتا کہ "مجھے میرا فرشتہ آگاہ کر دیتا ہے" اس سے میرا مقصود محمود ہی ہوتا تھا۔ مئی ۱۹۳۴ء میں مجھے کوٹ جائی میں تبدیل کر دیا گیا۔ اور "محمود" اس وقت تک کئی تعلیمی منازل طے کر چکا تھا۔ الوداع ہوتے وقت میں نے محمود کے والد بزرگوار کو تاکید کی کہ اس کو ہر

گرانمایہ کا خیال رکھتے۔ اور اعلیٰ تعلیم کا بندوبست کر کے "میاں محمود" کی صلاحیتوں کو پنپنے کا موقع مہیا کرے۔

کوئی شبلی کوئی حالی، نذیر احمد نکل آئے۔ تعجب ہے کہ جو سرحد سے میاں محمود نکل آئے"۔ ماخوذ از ماہنامہ "تبصرہ" لاہور یہ وہی محمود ہے جسے آج کل دنیا قائد قومی اتحاد مولانا مفتی محمود کے نام سے جانتی پہچانتی ہے، جن کے کردار میں کوثر و تسنیم کی پاکیزگی آنکھوں میں حیا کی روشنی۔ اور گفتار میں متانت کی آمیزش رفتار میں انکساری کی جھلک۔ تقریر میں برق کی گرج اور کڑک، علم میں عمق اور گہرائی، قلب میں جذبۂ تڑپ حب الٰہی، عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم خشیت الٰہی، خوف قیامت ولولہ جہاد اور سوز و گداز ہے آپ نے مادر علمی دارالعلوم دیوبند کے عظیم اساتذہ کے سامنے زانوئے تلمذ بچھائے۔ سہارنپور سے علمی سیرابی کا سامان کیا۔ اور مدرسہ قاسمیہ شاہی مراد آبادی میں علم و فقہ اصول فقہ، معانی، ادب و لغت، علم الکلام اور علوم قرآن و حدیث میں دستگاہ حاصل کی۔ سیاست سے دلچسپی آپ کو اوائل عمر ہی سے ہو گئی تھی۔ دوران تعلیم سیاسیات کا وسیع مطالعہ کیا۔ اور مختلف کارہائے سیاست میں حتی الامکان حصہ بھی لیتے رہے۔ کیونکہ ان کے خیال میں علماء کے لئے سیاست میں حصہ لینا انتہائی ضروری ہے۔ کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ بلقان کی سرزمین میں مسلمانوں کا خون بہایا طرابلس کی زمین اہل اسلام کے خون سے لالہ زار ہوئی، ایران میں مسلمانوں ہی کی لاشیں تڑپیں۔ مغرب میں ان کے لئے عدالت کے کٹہرے اور دار و رسن کی گزرگاہیں ہیں۔ تو مشرق میں سنگینوں کی نوکیں اور بندوقوں کی گولیاں ہیں، جنوب میں آتشبار ہتھیار ہیں تو شمال میں انہیں مٹانے کے لئے تدبیریں اور ریشہ دوانیاں ہیں۔ اور خود ہندوستان میں مسلمانوں کی عظمت و حکمرانی کا آفتاب غروب ہو چکا ہے۔ فرنگی —— "داتا و غیبری" کی صدائے متکبرانہ بلند کر رہا ہے۔ حیات مسلم کے لئے موت کا اور آبادی کے لئے ویرانی کا دروازہ کھلا ہے اور انگریز حاکم حصول اقتدار کے نشہ سے بدمست ہو کر جھوم رہا ہے مفتی صاحب نے ان تمام واقعات کو بچشم خود دیکھا۔ اور وہ مسلمانوں کے علاج تنزل کے متعلق سوچتے رہے وہ جب بھی اس بارہ میں غور و فکر کرتے ان کی نظر تخیل ۱۴ سو سال پہلے کی طرف چلی جاتی۔ پھر جب انہوں نے قیام پاکستان کے بعد دیکھا کہ جس ملک کو اسلام کے نام پر حاصل کیا گیا تھا۔ اس ملک کے حکمران اسلامی قوانین کے نفاذ سے گریزاں ہیں۔ تو وہ تڑپ اٹھے۔ اور ان کے روشن ذہن میں یہ بات بیٹھ گئی۔ کہ اسلام کی عظمت و سربلندی اور مسلمانوں کی زبوں حالی اور تنزل و پستی کا ایک ہی حل ہے کہ وہ یہ کہ علماء کرام خلوت کدۂ معبد کو چھوڑ دیں۔ میدان عمل میں آئیں۔ عوام کے حالات معلوم کریں۔ اور زمانۂ حال کے تقاضوں کے متعلق سوچیں، مخالفین اسلام کی مکارانہ چالوں پر نظر رکھیں۔ اور ان جدید ہتھیاروں سے لیس ہوں۔ جو آج کے حالات میں اسلام کے دفاع کے لئے ضروری ہیں۔ تاکہ وہ عوام کی قیادت اور خدا کی خلافت کے صحیح مستحق بن سکیں۔ آپ نے خطبۂ صدارت میں انہوں نے فرمایا:

"آیئے" علماء کرام میدان عمل میں اتر آیئے۔ آپ ان حالات میں خاموش تماشائی کا کردار ادا نہ کریں۔ آپ کی یہ خاموشی ملک و ملت کے لئے عظیم نقصان کا موجب بن سکتی ہے۔ آج علماء کرام کے لئے اپنے چھوٹے چھوٹے اور کم وزن کے اختلاف کو چھوڑ کر ایک پلیٹ فارم پر جمع ہونا ضروری ہے۔

حق گوئی و بیباکی مفتی صاحب کی گھٹی میں پڑی ہوئی ہے۔ اسی وجہ سے کئی بار جیل کی کال کوٹھڑیوں میں جا چکے ہیں۔ مفتی صاحب ۱۹۶۲ء میں ڈیرہ اسماعیل خاں سے منتخب ہوئے۔ اور انہوں نے اسمبلی میں عوام اور اسلام کی ترجمانی کا حق ادا کر دیا قائد قومی اتحاد، مختلف مسلم سربراہان مملکت کی دعوت پر کئی ایک اسلامی ممالک کا دورہ کر چکے ہیں۔ انہوں نے اپنی بیرون ملک کی تقاریر میں اشتمالیت و لادینیت پر تنقید اور تجدد پسند و مستشرقین کی تردید کے ساتھ ساتھ مسئلہ کشمیر کو بھی وہاں کے عوام و خواص کے سامنے واضح کیا اور انہیں بتایا کہ کشمیری عوام پر کیا کیا ستم ڈھائے جا رہے ہیں۔ اور ان کے قائدین کو کس بیدردی کے ساتھ جیلوں میں ٹھونسا جا رہا ہے۔ مثلاً۔ "مجمع البحوث الاسلامیۃ" قاہرہ کانفرنس میں اپنے مقالے کے اختتام پر فرمایا: "آخر میں میں یہ عرض کئے دیتا ہوں۔ کہ پاکستان میں اگرچہ مسلمانوں کی تعداد نو کروڑ ہے۔ لیکن اس کے باوجود ان کو ایک بڑا مشکل اور اہم مسئلہ درپیش ہے۔ جس نے ان کو حیران و سرگردان کر دیا ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ مسئلہ کشمیر مسئلہ فلسطین کے ساتھ بہت مشابہ ہے۔ چالیس لاکھ مسلمان آج بھی کشمیر میں مصائب و آلام سے دوچار ہیں۔ روزانہ کوئی نہ کوئی آفت ان کے سر پر آ پڑتی ہے۔ اور وہاں کے مسلمانوں کے عمائدین جیلوں میں ہیں۔ جیسا کہ فلسطین کا مسئلہ تمام مشرق و مغرب میں بسنے والوں مسلمانوں اور اسلامی حکومتوں کے تعاون کے بغیر حل نہیں ہو سکتا۔ بعینہٖ اسی طرح کشمیر کا مسئلہ بھی عالم اسلام کے تعاون کے بغیر حل نہیں ہو سکتا۔ حکومت پاکستان نے آج تک اسرائیلی حکومت کو تسلیم نہیں کیا اور نہ آئندہ کسی وقت بھی اس کو تسلیم کر سکتی ہے۔ کیونکہ حکومت کی نظر میں اسرائیلی باشندے تمام عرب اور اسلام کے سخت ترین دشمن ہیں۔ لہٰذا ہم تمام اسلامی ممالک بالخصوص حکومت جمہوریہ عربیہ متحدہ (مصر) سے مسلمانان کشمیر کو ظالم ہندوؤں کے پنجۂ استبداد سے آزاد کرانے میں تعاون کی امید رکھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان مشرک ہندوؤں کو ذلیل و خوار کرے"

سنہ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں مولانا مفتی محمود ڈیرہ اسماعیل خاں سے بھٹو صاحب کو نیرہ ہزار زائد ووٹوں سے شکست دے کر قومی اسمبلی کے ممبر منتخب ہوئے۔ جبکہ مفتی صاحب کا دعویٰ تھا۔ کہ میرے ۲۷ ہزار ووٹ غبن کئے گئے ہیں۔

دسمبر ۱۹۷۱ء کے آخر میں جناب بھٹو نے سربراہ حکومت ہوتے ہی نیپ اور جمعیت کو وزارتوں کی پیشکش کی جس پر دونوں جماعتوں نے چند شرائط پیش کیں۔ جن میں اولاً مارشل لاء کا خاتمہ اور جمہوریت کی بحالی کا مطالبہ تھا۔ اس موقع پر مفتی محمود صاحب نے فرمایا۔ "ہم ایسی غیر اصولی وزارتوں پر لعنت بھیجتے ہیں۔ جن میں مارشل لاء جیسی لعنت موجود ہو۔ بھٹو نے نیپ اور جمعیت

کی دو صوبوں میں اکثریت کو دیکھتے ہوئے۔ سہ فریقی معاہدہ کر لیا۔ اور پھر ۱۸ اپریل کو پشاور میں سہ جماعتی میٹنگ شروع ہونے سے تھوڑی ہی دیر پہلے بھٹو صاحب نے جیب سے ایک کاغذ نکال کر مفتی صاحب کو دے دیا، جس پر لکھا تھا۔ "آج کے بعد سہ جماعتی معاہدہ عملاً ختم ہو گیا ہے" بالآخر شدید احتجاج کے سامنے بھٹو صاحب نے گھٹنے ٹیک دیئے۔ اور گورنروں کی تقرری کا اعلان کر دیا گیا۔ مفتی صاحب سرحد کے وزیر اعلیٰ بن گئے۔ انہوں نے وزارت کی کرسی سنبھالتے ہی اُم الخبائث شراب پر پابندی لگا دی۔ غریب زمینداروں کو تقاوی قرضوں پر سود کی ادائیگی کی لعنت سے محفوظ کر دیا۔ اُردو کو قومی زبان قرار دیا۔ قمیض شلوار، کو سرکاری لباس مقرر کیا، جہیز آرڈیننس کے نفاذ کے تحت جہیز کی روح فرسا اور اخلاق سوز پابندیوں کا خاتمہ کر دیا۔ یونیورسٹی میں داخلہ کے لیے "تلاوتِ کلام پاک پر مکمل عبور اور نماز کے معنی جاننے کو لازمی شرط قرار دیا۔ قمار بازی کے بیشمار اڈے سر بمہر کر دیئے۔ صوبائی کابینہ کے اجلاس میں جمعہ کی تعطیل کا بل پاس کیا گیا۔ اسلامی قوانین کا بورڈ قائم کیا۔ اور اعلان کر دیا۔ کہ میرے صوبے میں آج کے بعد کسی کو کمی نہیں کہا جائے گا۔

نامناسب نہ ہوگا۔ اگر مخالفین کے اُس سفید جھوٹ کا بھی تجزیہ کر دیا جائے جس میں وہ مفتی صاحب جیسے محبِ وطن عالم دین کو مخالفِ پاکستان ثابت کرنے کی ناکام سعی کرتے ہیں۔ ان معترضین میں کراچی کا ایک ایمان بکف مولوی اور پاکستان کا مایوس اقتدار وزیر اعظم پیش پیش ہیں۔ قائد قومی اتحاد کی محبتِ وطن ثابت کرنے کے لیے نہ تو دلائل و براہین کی ضرورت ہے۔ اور نہ ہی کسی کے سرٹیفکیٹ کی۔ خود حضرت قائد کی قیام پاکستان کے بعد کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اور ان کا کردار و عمل و سیرت و کیریکٹر ان کی حب الوطنی کا شاہکار ہے لیکن ہم حقائق سے چشم پوشی کرنے والے معاندین سے یہ سوال ضرور کریں گے۔ کہ اگر بھٹو صاحب واقعی مفتی صاحب کو سالمیت پاکستان کے لئے خطرہ سمجھتے ہیں۔ تو مفتی صاحب کو مرکز میں وزارت کی پیشکش کیوں کی۔ کیا وہ اس طرح پاکستان کی سالمیت کو چیلنج کرنا چاہتے تھے۔ ایک غدارِ وطن کی وکنیت اسمبلی کیوں باقی رکھی گئی۔ کیا اس طرح بھٹو صاحب نے آئین سے روگردانی نہیں کی۔ ایسا شخص جس سے کہ وطنِ عزیز کی بقا کو خطرہ ہے اِسے ایک صوبے کی وزارتِ علیا کا قلم دان کیوں سپرد کر دیا گیا۔

صوبہ سندھ سے

رپورٹ - محمد زاہد نمائندہ ترجمان اسلام

بھٹو حکومت کے ماہ و سال کا ایک تجزیہ

جیکب آباد ۲ کی نشست سے خیر محمد نہور کو قومی اسمبلی کا ٹکٹ دے کر بھٹو صاحب نے اپنی

اسلام دوستی کا ایک اور ثبوت فراہم کر دیا

دُنیا کے کسی خطہ میں چلے جائیے آپ کو ایک بات ضرور مشترک نظر آئے گی۔ وہ اس خطہ کے رہنے والوں کو اپنا امیر یا نمائندہ مقرر کرنے کا حق ہے۔ کوئی قوم اپنے نمائندہ کو کسی طریق سے منتخب کرتی ہے، تو کوئی کسی طریق سے۔ مگر منتخب کرتے وقت وہ اس بات کو ضرور مدِ نظر رکھتے ہیں۔ کہ آیا ہمارا نمائندہ ان خصوصیات کا حامل ہے۔ جو ہم چاہتے ہیں۔ یا ہماری مشکلات اور مصیبتوں کو ہماری نمائندگی کرتے ہوئے حل کروانے میں مددگار ثابت ہو گا۔ اگر ایسی بات نہ ہو تو عوام اس کو مسترد کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔ کہ کوئی باغیرت غیور اور باشعور ہوشمند قوم کسی شرابی، زانی خود غرض مفاد پرست اقربا پرور، حقوق سلب کرنے والا، من مانی کرنے والا۔ رشوت خور، ڈکیتوں میں ملوث شخص کو اپنا نمائندہ منتخب نہیں کرتی۔

اگر ایسا ہو جائے۔ تو اس کی دو وجوہات ہوتی ہیں۔ پہلی یہ کہ وہ قوم سیاسی شعور نہیں رکھتی۔ اس کی ملی غیرت و حمیت سو چکی ہے۔ دوسری اور عام وجہ یہ ہے کہ اکثر اوقات امیدوار مختلف سبز باغ دکھاتا ہے۔ رنگا رنگ لمبے چوڑے وعدے کرتا ہے۔ اور علاقے میں ترقیاتی کاموں کے لئے عجیب و غریب منصوبے پیش کرتا ہے، جن کو دیکھتے ہوئے قوم وقتی طور پر اس کے چنگل میں پھنس جاتی ہے۔ مگر وہ بات بھی کسی سے ڈھکی چھپی نہیں ہے کہ قوم کو جب اس کے وعدوں اور سبز باغوں کی تصویر کا دوسرا رخ دیکھنے کا موقع ملتا ہے۔ تو وہ سخت ناراض اور غصے کا اظہار کرتی ہے۔ نوبت مظاہروں تک پہنچ جاتی ہے۔

میری ناقص رائے یہ ہے کہ ایسی صورت میں منتخب آدمی کو اسمبلی کی نشست سے بلا واسطہ چھوڑ دینی چاہیے۔ کیونکہ عوام مسترد کر رہے ہیں۔ اور جس کو عوام مسترد کر دے۔ اس کو نمائندگی کا کوئی حق نہیں رہتا۔

مگر عام قوانین جو اب تک دنیا میں رائج ہیں ان کے مطابق منتخب شدہ نمائندہ کسی ملک میں ۴ سال اور کسی میں ۶ سال اور پاکستان اور بھارت میں ۵ سال تک نمائندگی کے فرائض انجام دیتا ہے خواہ وہ سمگلنگ میں ملوث ہو خواہ قتل ڈکیتی، اور رشوت خوری میں ملوث ہو۔ ایسی صورت میں قوم نے اس عرصہ تک جتنی مدت کے لئے اس کو منتخب کیا ہے۔ انتظار کرتی ہے۔ اور دوسری بار وہ مخصوص خصوصیات کا حامل نمائندہ دوسرا منتخب نہیں کرتی۔ کیونکہ عوام و خواص میں ہر وہ شخص جو شعور رکھتا ہے۔ وہ اس کا چند سالوں کا ریکارڈ دیکھ کر اگلے چند سالوں کے لئے پھر اپنے سر مصیبت مول لینا لومڑی کے داؤ میں آنے کے مترادف سمجھتا ہے۔

گزشتہ ۱۹۷۰ء کے انتخابات میں بھی یہی صورت حال تھی۔ کہ ملک میں تقریباً ۱۶ پارٹیوں نے باقاعدہ انتخابات میں حصہ لیا۔ اور ہر سیاسی پارٹی تھی (جن میں تقریباً ۵ مذہبی جماعتیں بھی تھیں) اپنے امیدوار کے حق میں بھرپور اور بے دھڑک کنویسنگ کی اور ہر پارٹی اپنے منشور کو سب سے بہتر اور سب سے اچھا خیال کرتی تھی۔ اور اسی بنیاد پر وہ قوم کو مختلف الانواع سبز باغ دکھا رہی تھی۔ مگر عین اس وقت قوم میں ایک فتنہ (جو کہ فتنہ مسیح دجال سے کسی طرح کم نہیں ہے) وجود میں آ چکا تھا۔ اس نے قوم کو وہ سبز باغ دکھایا جو کسی نے بھی نہیں دکھایا تھا۔ وہ تھا زندگی کی اہم ضروریات۔ روٹی۔ کپڑا اور مکان، گویا ان تینوں اہم چیزوں کو تولنے واضح الفاظ میں فرما دیا ہے کہ ہر چیز پر میں قادر ہوں۔ اور میں ہی دینے والا ہوں ——

پاکستانی بحیثیت مسلمان اس بات کو اچھی طرح جانتے ہیں۔ اور یقین کامل رکھتے ہیں کہ خدا کے سوا اور کوئی دوسرا نہیں جو انسان کی تینوں ضرورتوں کو پورا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہو۔ بہر حال اپنے ایمان اور یقین کو بالائے طاق رکھتے ہوئے قوم اور خاص طور پر پنجاب اور سندھ نے اس فتنہ کی سرکوبی کرنے کی بجائے اس کی حمایت اور تائید کی۔ اور بات یہاں تک پہنچی کہ اسلام سے روگردانی کرنا شروع کر دی۔ اس سلسلے میں سوشلزم کا ذکر غیر ضروری نہ ہو گا۔ گو کہ سوشلزم سے اسلام کو کوئی خطرہ نہ تھا۔ مگر یہ بات ذہن سے نہ نکالنی چاہیئے۔ کہ اسلام تو محفوظ ۱۴ سو سال سے۔ مگر اسلام کے ماننے والے اس خطرہ کی زد میں ضرور آئے۔ اب حد یہ ہے کہ قوم کے اکثر نوجوان اسلام سے واشگاف الفاظ میں روگردانی کا اعلان کر رہے ہیں۔

یہ فتنہ یہ مصیبت اور خطرہ کیا تھا۔ یہ پاکستان پیپلز پارٹی اور اس کے چیئرمین ذوالفقار علی بھٹو تھے جو اب تک نت نئے گل کھلا رہے ہیں۔

انہوں نے قوم کو بہکایا قوم بہکاوے میں آ گئی۔ اور قوم نے پانچ سال تک P.P.P. اور اس کے سرکردہ آدمیوں کو برتا ہے۔ اور خوب اچھی طرح جان گئے کہ جس مقصد کی خاطر انہوں نے انہیں مسند پر بیٹھایا تھا وہ پورا ہوتا نظر نہیں آ رہا۔ الٹا ظلم و تشدد، دہشت گردی ڈاکہ زنی، چوری لوٹ مار، بے عزتی، بے غیرتی پروان چڑھی ہے۔ اور سب سے بڑی بات یہ کہ مہنگائی نے کمر توڑ دی ہے۔ ایک غریب آدمی کیسے تین سو روپیہ میں گزارہ کر سکتا ہے۔

روپیہ کی قیمت کم کر دی گئی۔ برآمدات گھٹ گئیں۔ درآمدات میں دگنا اضافہ ہوا ——

امریکہ نے ایٹمی پلانٹ کے حصول میں رکاوٹ کھڑی کی۔ اور کینیڈا نے معاہدہ منسوخ کر کے امداد بند کر دی۔ رسوا کن معاہدہ شملہ ہوا افراطِ زر خطرناک حد تک بڑھ گیا۔ جلسے جلوسوں پر پابندی عائد کر دی گئی۔ پریس ٹرسٹ توڑنے کا وعدہ بھی پورا نہ کیا۔ تحریر و تقریر پر پابندی عائد کر دی گئی۔ لاتعداد اخبار و رسائل کے ڈیکلریشن منسوخ کئے۔ مدیران جیل گئے۔ ملک کی تاریخ میں پہلی مرتبہ پولیس نے ہڑتال کی۔ بلوچستان میں عوام سے ظلم ہوا۔ نمائندہ حکومت زبردستی چھینی گئی۔ انڈسٹریز قومیانے کے بعد ختم ہو کر رہ گئیں۔ بیشتر بند ہو گئیں طلباء کی تعلیم مفت ہوئی مگر کتابیں اور دوسرے فضول فنڈوں نے دوگنا بوجھ بڑھا دیا۔ ۴۰ کے قریب بڑے بڑے سیاسی قتل ہوئے۔ جن میں چند بڑے مزدور راہنما بھی شامل ہیں۔ حکومت کے اخراجات میں ۱۴۰ ارب کا اضافہ ہو گیا۔ سمگلنگ نے زور پکڑ لیا۔

بیرونی ممالک کی منڈی میں پاکستانی مال کی مانگ کم ہو گئی۔ اور قیمت بھی گر گئی۔ خارجہ پالیسی ناکام ہو گئی۔ ذوالفقار علی بھٹو نے زیادہ تر جلسے جلوسوں اور کنونشنوں بنگلہ دیش تسلیم کرتے۔ افتتاح کرنے کانفرنسیں اور دورہ کرنے میں گزارا۔

P.P.P. کے ممبران اسمبلی کی تاریخ الگ ہے۔ اگر لکھی جائے تو کثیر وقت اور ضخیم کاغذ درکار ہے جناب جتوئی۔ مبشر حسن۔ اسلم خٹک، غوث بخش رئیسانی ممتاز بھٹو اور دوسرے لوگوں کے کارہائے نمایاں بہت ہیں۔

یہ تو تھے بڑے بڑے لوگ۔ اب ذرا چھوٹے چھوٹے لوگوں کی جانب آیئے۔ جن کو کوئی وزارت نہیں کوئی عہدہ نہیں۔ مگر اس کے باوجود ان کا موجودہ اور سابقہ کردار ملاحظہ ضرور کریں۔ مختصر میں ضلع جیکب آباد کے پی پی پی کے موجودہ امیدوار قومی اسمبلی چیئرمین پیپلز ورکس پروگرام جناب خیر محمد پنہور کے کردار اور ان امور کا بنظرِ غور جائزہ لوں گا۔ جن کی بنا پر یہاں کے لوگ ان سے دلی طور پر تنگ آ چکے ہیں۔ اور موجودہ ۱۹۷۷ء کے انتخابات میں ان کا منتخب ہونا مشکل نظر آتا ہے۔ مسٹر خیر محمد پنہور اپنے چیئرمین کے عہدہ سے ناجائز فائدہ اٹھاتے ہوئے ٹھیکہ داروں سے ٹھیکہ منظور کرنے سے قبل کل ٹھیکے کا دس فیصد پیشگی رقم وصول کرتے تھے۔ جو بطور رشوت ہوتا تھا۔ اور ٹھیکے کے بل کی ادائیگی کے وقت پانچ فی صدی اور مزید لیا جاتا تھا۔ انہوں نے اپنے خاص ٹھیکے دار رکھے ہوئے تھے۔ جو کام مطلق نہیں کرتے تھے۔ محض رسمی ٹھیکے دار تھے۔ اور لاکھوں روپیہ کے ناجائز بل ادا کئے گئے۔ یہی وجہ ہے کہ جن ٹھیکیداروں نے بغیر رشوت ادا کئے کام خوش اسلوبی سے مکمل کیا۔ انہیں ابھی تک ادائیگیاں نہیں کی گئیں ہیں۔ اپنے خاص ٹھیکیداروں کو ناجائز ادائیگیاں کر کے کاغذات میں خسارہ ظاہر کیا جن ٹھیکیداروں کے لاکھوں روپیہ کے جائز بل ادا نہیں کئے۔ ان ٹھیکیداروں کے اپنے حصول کی خاطر اخبارات میں بھی مراسلے شائع کروائے۔ مگر کوئی شنوائی نہیں ہوئی۔

مسٹر خیر محمد پنہور کے غبن سے متعلق ایک سال سے تحقیقات کی جا رہی ہیں۔ اس غبن کی تحقیقات کے لئے ایک ڈائریکٹر کو مقرر کیا گیا۔ ڈائریکٹر نے اس کیس کو انٹی کرپشن کے حوالے کر دیا۔ اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ کیس ابھی تک زیرِ تحقیقات ہے۔ یہاں پر یہ بات قابلِ غور ہے کہ عملہ کے ایس۔ ڈی۔ او اور دوسرے افراد نے مل کر ضمانت قبل از گرفتاری کروالی ہے۔ اس اور دوسرے چھوٹے چھوٹے غبن سے انہوں نے کراچی میں بنگلے تعمیر کروائے ہیں۔ علاوہ ازیں کئی ڈکیٹیاں اور سرکاری ترقیاتی رقمیں بھی اپنے ذاتی مصرف میں لائے ہیں۔ ان امور کی صداقت کے لئے جناب ذوالفقار علی بھٹو وزیرِ اعظم پاکستان کے دورہ ۳۱ جنوری ۱۹۷۴ء ضلع جیکب آباد کی کھلی کچہری ہے وزیرِ اعظم نے کہا کہ خیر محمد پنہور ناجائز طور پر بنگلے تعمیر کروا رہا ہے۔ اور کہا کہ پنہور سخت گنہگار ہے۔ عوام نے بھی اس موقع پر موصوف امیدوار کے خلاف خرد برد۔ رشوت اور غبن کی شکایات پیش کیں۔ جنہیں بھٹو صاحب نے درست قرار دیتے ہوئے ان شکایات کو تسلیم کیا ان تمام امور اور جائزے کو سامنے رکھتے ہوئے یہاں کے لوگوں کو امید تھی کہ بھٹو صاحب موصوف کے خلاف کارروائی کریں گے۔ مگر کارروائی تو درکنار ۴ سال بعد اسی راشی، خرد برد کرنے والے، شرابی اور رشوت خور غبنی شخص کو پی پی پی کی طرف سے قومی اسمبلی ۱۵۶ اور جیکب آباد نمبر ۲ کی نشست کے لئے بھٹو صاحب نے بصد شوق ٹکٹ جاری کیا ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ کیا ان خبیث خصوصیات کا حامل شخص ایک حلقے کے لوگوں کی نمائندگی کا حق رکھتا ہے۔ یا نہیں؟ اگر دنیاوی معاملات کو مدِ نظر رکھیں۔ تو یہ بات بھی جھوٹ افتراء سے کلی طور پر مبرا ہے۔ کہ جس نے ماضی میں ایسے کام کیئے ہوں۔ وہ آئندہ جب کہ اس کے ہاتھ میں (لیتنا" پہلے کے) زیادہ طاقت ہوگی۔ کیا کیا گل کھلائے گا۔ اور اس کے موافق اچھی رائے کیسے قائم کی جا سکتی ہے۔ دوسری طرف دین کا معاملہ ہے مذہب میں جن امور کو حرام قرار دیا ہے۔ ان پر حرام جانتے ہوئے بھی عمل کرنا۔ میرے نزدیک کفر سے کسی طرح کم نہیں ہے۔ اب بھٹو صاحب کے ان اعلانات۔ دعووں کو بھی سامنے رکھیں کہ وہ اسلام کے سچے خیر خواہ ہیں۔ اور یہ کہ مملکتِ اسلامی جمہوریہ ہے۔ اگر بھٹو صاحب واقعی اپنے دعووں میں مخلص ہیں۔ تو ایسے اشخاص کو اسلامی جمہوریہ پاکستان کی نمائندہ اسمبلی میں جانے کے لئے کیوں ٹکٹ جاری کئے ہیں۔ جن کا کردار دین و دنیا دونوں کی نظر میں ٹھیک نہیں۔ اگر بھٹو صاحب ایسے اشخاص کو ٹکٹ جاری کرنا درست تصور کرتے ہیں۔ تو میری ناقص رائے یہ ہے کہ بھٹو صاحب کو اسلام کا خیر خواہ اسلام کا داعی اور ملک کو حقیقی اسلامی ریاست میں تبدیل کرنے والا ہرگز نہ تسلیم کیا جائے۔ اور آئندہ پانچ سالوں کے لئے محتاط رویہ اختیار کرتے ہوئے ایسے اشخاص کو چنا جائے جو حقیقت میں ملک میں اسلامی نظام لانے کے خیر خواہ ہیں۔ اب ذرا ایسے اشخاص کا کردار بھی نظر میں لائیں۔ جو P.P.P کا قومی اسمبلی میں ممبر ہے۔ اس کا تعلق بھی جیکب آباد سے ہے۔ ان کے عہد میں کندھکوٹ میں کیا ہوا۔ وہ ضابطۂ اخلاق۔ انصاف اور ضابطۂ انسانیت کو دفن کر دینے کے مترادف ہے۔ یہاں پر سندرانی اوگاہی قومیں آباد ہیں۔ یہاں سے PPP کے میر سندر خان سندرانی ۱۹۷۰ء سے قومی اسمبلی کے ممبر ہیں ان کا تعلق جیسا کہ نام سے ظاہر ہے سندرانی قبیلہ سے تعلق ہے۔ انہوں نے اوگاہی قوم کے محض مخالفت کے باعث گھر جلوائے۔ اور لاتعداد میں افراد کو بے گناہ قتل کیا گیا۔ اور قریباً ۱۰۰ افراد ان کے ظلم و تشدد کا نشانہ بنے۔

انہوں نے اپنے زورِ بازو اور بحیثیت P.P.P. کے ممبر کے اوگاہی قوم کی زمین زبردستی چھین

لی گئیں۔ ان کے خلاف لاتعداد جھوٹے مقدمے درج کروائے جن میں سے بیشتر ابھی تک زیر سماعت ہیں۔ ظلم اور تشدد کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جا سکتا ہے۔ کہ ۱۹۷۶ء میں اوگاہی قوم کے سربراہ اور علاقے کے ممتاز مسٹر بلوچ اوگاہی کو بھی بے دردی سے قتل کروا دیا گیا۔ قتل کی وجہ یہ تھی۔ کہ مسٹر بلوچ اوگاہی اپنی مظلوم قوم اوگاہیوں کی طرف سے عدالت میں اوگاہیوں پر قائم جھوٹے مقدموں کی وکالت کرتے تھے۔ اور انصاف کے طالب تھے۔ بھٹو صاحب کے دورہ کندھکوٹ کے موقع پر ہزارہا افراد نے ہاتھ میں قرآن لے کر بھٹو صاحب کے سامنے میر سندر خاں سندرانی کے ظلم کا اظہار کیا تھا۔ یہ بات یاد رہے کہ یہ تمام الزامات سندرانی صاحب پر بھٹو صاحب کے برسراقتدار آنے پر ہی لگے ہیں۔ یہاں بھٹو صاحب کی کھلی کچہریوں کے دوران ہر جگہ لوگوں نے سندرانی کے ظلم کے خلاف آوازیں بلند کی تھیں۔ اور حق و انصاف کا مطالبہ کیا تھا۔ بلوچ اوگاہی قوم میں صرف ایک ہی پڑھا لکھا اور سمجھدار آدمی تھا۔ میر سندرانی نے ان کے خون سے اپنے ہاتھ رنگے۔ تاکہ اوگاہیوں کی طرف سے ظلم کے خلاف کوئی آواز اٹھانے والا نہ ہو۔ میر سندر خاں کے ظالم اور لٹیرے ہونے میں اس سے بڑھ کر اور کوئی ثبوت پیش نہیں کیا جا سکتا کہ لاتعداد غنڈے اور لٹیرے رات دن ظلم اور ڈاکہ زنی کی کھلم کھلا وارداتیں کرتے ہیں۔ احمدان بنگوار ایک مشہور ہسٹری شیٹر ہے یہ اب تک سینکڑوں قتل کر چکا ہے۔ اور آج کل میر سندر خاں کا سیکرٹری خاص ہے۔ سندرانی نے اسے محض علاقے میں غنڈہ گردی اور مظلوموں پر رعب داب کی خاطر رکھا ہوا ہے۔ سندرانی احمدان کی معرفت اپنے مخالفوں کو طرح طرح کی اذیتیں دلواتا ہے۔

سندھ اسمبلی کی نشست کے لئے کاغذات نامزدگی کے دن احمدان بنگو ایک ہزار افراد بندوقوں سے مسلح لایا۔ اور ریٹرننگ افسر کے دفتر کو چاروں اطراف سے گھیر لیا۔ مقصد صرف یہ کہ اگر P.P.P. کی مخالف اگر کوئی شخص کاغذات داخل کرے۔ تو اسے زدوکوب کرو۔ ہو سکے تو اغوا کر لو۔ ان حالات کو دیکھتے ہوئے P.P.P. کے مخالف امیدوار میر علی نواز کھوسو کی مدد کے لئے عوام میں سے ۲ سو آدمی آ گئے۔ اس موقع پر تین تحصیلوں سے بھاری تعداد میں پولیس کی نفری بھی پہنچ گئی۔ اور پولیس بھی محض اس مقصد کے لئے منگوائی گئی تھی۔ کہ سندرانی کے مخالفین کاغذات نامزدگی پیش نہ کر سکیں۔ اور ریٹرننگ افسر کے دفتر کے باہر کھڑے ہوگئے۔ مخالف امیدوار اور عوام پر بے دریغ لاٹھی چارج کیا گیا۔ اور بیشتر افراد کو D.R.P. کے تحت گرفتار کر لیا۔ شام چھ بجے انہیں چھوڑ دیا گیا۔ اسی دن پوسٹ آفس اور ٹیلی فون پر بھی پولیس نے قبضہ کیا ہوا تھا۔ تاکہ کوئی آدمی اس ظلم اور زبردستی کے خلاف الیکشن کمشنر کو مطلع نہ کر سکے۔ یہ دل سوز واقعات تحصیل کندھ کوٹ کے تمام لوگوں نے دیکھے۔

افسوس ہے کہ اس ریاست جس کا نام بھی اسلامی جمہوریہ ہے اور اس کا سربراہ بھی اسلامی خوا ہیں۔ اسلامی نظام اور اسلام کی خیر خواہی کے دعوے کرتا ہے۔ غریب عوام کا ہمدرد بنتا ہے مزدور طلباء کا مددگار بنتا ہے۔ انصاف اور حق کا دعویدار ہے۔ کیا یہ تمام باتیں ہمارے وزیر اعظم میں پائی جاتی ہیں۔ اگر نہیں تو پوری قوم تو اس الیکشن میں P.P.P. کو واضح اکثریت سے مسترد کیوں نہیں کر دیتی؟

کیا کسی پارٹی کو آزمانے کے لئے پانچ سال کا عرصہ کم ہے؟۔ بھٹو صاحب کہتے ہیں کہ مزید پانچ سال کے لئے چن لیا جائے۔ تو قوم کو مزید خوشخبریاں اور ترقیاتی کام کر کے دکھائیں گے۔ مخلص اور ایماندار شخص کے لئے پانچ سال کا عرصہ بہت ہوتا ہے۔ میں سمجھتا ہوں۔ کہ بھٹو صاحب اور P.P.P. کو اس ملک میں مزید ظلم و جبر اور اسلام کے منافی کام قتل اور غبن اور بے عزتی کرنے کی ہرگز اجازت نہیں ہونی چاہیئے۔ بھٹو صاحب قسم کھا کھا کر ملک میں ترقیاتی اور عوام بھلائی کاموں کا ذکر کرتے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ ترقیاتی اور عوام بھلائی کا کونسا کام ہے۔ جو نظر نہ آسکے۔ ایسے کام تو پوری قوم اچھی طرح دیکھ سکتی ہے۔ اس میں قسمیں کھانے کی کیا ضرورت ہے۔ کیا ان کے دور میں اسلام دشمن کام نہیں ہوئے۔ غرباء کے ساتھ ظلم نہیں ہوا؟ بے گناہ قتل نہیں ہوئے۔؟ شرفا کی پگڑی نہیں اچھالی گئی۔؟ مساجد دینی مدارس کی بے حرمتی نہیں کی گئی؟ ہزاروں افراد کو بے گناہ محض مخالفت کی وجہ سے جیل کی سنگلاخ بارکوں میں ظلم کا نشانہ نہیں بنایا گیا۔؟

کروڑہا روپیہ کی سمگلنگ نہیں کی؟ جواب
کیا وزراء اور ان کے امیروں نے سرکاری ملازمتوں میں اقربا پروری سے کام نہیں لیا؟ کیا P.P.P. کے اعلیٰ عہدیداروں نے کروڑوں روپیہ بطور رشوت وصول نہیں کیا؟۔ P.P.P. اور اس کے چیئرمین مسٹر بھٹو کے پاس ان باتوں کا کوئی جواب ہے۔ اگر ہے تو قوم کی عدالت میں اپنے آپ کو بے گناہ ثابت کروانے کے لئے منصفانہ طریق سے بے دھڑک آئے؟

بقیہ - تعارف

حرام کیے ہوئے ہیں۔

نور عالم قریشی نے تحریک ختم نبوت میں بھی اپنی پوری توانائیوں کے ساتھ حصہ لیا اور اپنے ساتھ شانہ بشانہ ناموس رسالت کی حفاظت کی جنگ لڑی۔

نور عالم قریشی ملتان بار ایسوسی ایشن کے نائب صدر اور جمعیت علماء اسلام شہر کے ناظم عمومی ہیں۔ جب میں بھرپور اکثریت سے قریشی صاحب ملتان بار کی نائب صدارت کے الیکشن میں بھی کامیاب ہوئے۔ اس کی مثال ملتان بار کی تاریخ میں نہیں ملتی۔

مولانا حامد علی خان کی قومی سیٹ کے ساتھ ان کا صوبائی حلقہ ہے۔ پاکستان قومی اتحاد کے کارکن ان کے لیے شب و روز الیکشن مہم میں منہمک ہیں ——!

خصوصاً ان کی برادری کے بچے جوان بوڑھے اور عورتیں ان کی انتخابی مہم پر تن من دھن قربان کرنے میں دریغ نہیں کر رہے۔ ان کے احباب کا حلقہ بھی کافی وسیع ہے جو ان کے لیے ہر قسم کی صعوبتیں برداشت کرنے کے لیے میدان عمل میں موجود ہے۔ گذشتہ دنوں پی پی کے غنڈوں نے ان پر بزدلانہ حملہ کیا تو ان کے جانثار ساتھیوں نے زبردست مزاحمت کی۔ نتیجتہً نور عالم کے ایک بہادر ساتھی محمد اقبال غنڈوں کی زد میں آ کر اس قدر زخمی ہو گئے کہ پندرہ بوتلیں خون دیکر ان کی جان بچائی گئی۔ لیکن نور عالم کو اس قسم کے بزدلانہ حملے اپنے مقصد اور مشن سے دست بردار.

رپورٹنگ۔ غلام اللہ خان۔

بلوچستان میں انتخابات کا بائیکاٹ جمہوری اقدام ہے!

کوئٹہ میں جمعیت طلباء اسلام کا عظیم الشان جلسہ اور جلوس!

بلوچستان سے

مورخہ ۱۸ فروری بروز جمعۃ المبارک بعد از نماز جمعہ صوبائی جمعیۃ طلباء اسلام بلوچستان کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان جلوس مرکزی جامع مسجد کوئٹہ سے نکالا گیا۔ اس جلوس کی قیادت صوبائی صدر جمعیۃ طلباء اسلام بلوچستان، جناب سکندر خان علیزئی خیل، صوبائی جنرل سیکرٹری بلوچستان جناب غلام رسول مینگل اور صوبائی نائب صدر اور صدر ضلع خضدار عطاء اللہ مینگل کر رہے تھے۔ اس جلوس میں مقامی جمعیۃ طلباء اسلام کے ساتھیوں کے علاوہ صوبہ کے دوسرے ضلعوں سے کافی ساتھیوں نے شرکت کی۔ خاص طور پر فورٹ سنڈیمن سے ساتھیوں نے ایک وفد کی صورت میں مکمل بس لے کر آئے تھے۔ جلوس مرکزی جامع مسجد سے روانہ ہو کر شہر کی بڑی بڑی شاہراہوں سے گزرتا ہوا صادق شہید پارک میں ایک عظیم الشان جلسہ کی صورت اختیار کر گیا۔ اس جلوس میں شہر کوئٹہ کے شہریوں نے ہزاروں کی تعداد میں شریک ہو کر اس جلوس کو چار چاند لگا دیئے یہ جلوس شہر کی مختلف اہم شاہراہوں پر سے گزرتا تو لوگ جوق در جوق جلوس میں شریک ہو کر اپنے جذبات کا اظہار کرتے تھے۔ اس جلوس میں ساتھیوں نے جمعیۃ طلباء کے جھنڈے، مختلف بینر اور قومی اتحاد کے جھنڈے اٹھائے ہوئے تھے۔ اور نعرے لگا رہے تھے۔ اس جلوس کے خاص نعرے یہ تھے:

ہمارا قاید، ہمارا قاید۔ مفتی اعظم مفتی اعظم۔ قومی اتحاد زندہ باد، پیپلز پارٹی جاوے جاوے اتحاد آوے آوے، آمریت مردہ باد، سیاسی قیدیوں کو رہا کرو رہا کرو۔ ظلم و تشدد بند کرو۔ سوشلزم مردہ باد، اسلام زندہ باد وغیرہ کے نعرے لگ رہے تھے۔

جب یہ جلوس جلسہ گاہ میں پہونچے تو ہزاروں کی تعداد میں لوگ جلسہ گاہ میں پہونچنا شروع ہو گئے، جلسہ کی باقاعدہ کارروائی تلاوت کلام پاک سے شروع ہوئی، تلاوت کلام پاک کے بعد جناب محمد عثمان نائب صدر جمعیۃ طلباء اسلام ضلع کوئٹہ اسٹیج پر آکر عوام سے مخاطب ہوئے۔

انہوں نے پی پی پی کے پانچ سالہ دور پر کڑی نکتہ چینی کی۔ انہوں نے کہا کہ پی پی پی نے اپنے دور میں بلوچستان کے عوام پر قسم قسم کے مظالم ڈھائے بلوچستان کے منتخب نمائندوں کی صوبائی حکومت کو ختم کر کے عوامی نمائندوں کو جیلوں میں ٹھونس دیا۔ اور بلوچستان میں اپنی خود ساختہ حکومت بنائی جبکہ ۷۰ء کے انتخابات میں پی پی پی کے نمائندوں کی ضمانتیں ضبط ہو گئیں اور ایک نمائندہ بھی اس کا کامیاب نہ ہو سکا۔ جناب محمد عثمان کی تقریر کے بعد جناب محمد عمر صاحب جو فورٹ سنڈیمن سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ محمد عمر وہ شخص ہیں جو ۱۹۷۴ء میں ختم نبوت تحریک کے موقع پر بھٹو کے فورٹ سنڈیمن کے دورے کے موقعہ پر اپنی تقریر میں کہا تھا کہ یہ لوگ (جمعیۃ علماء اسلام) منافق ہیں جن کا جواب ترکی بہ ترکی محمد عمر نے دیا تھا جس کی بناء پر محمد عمر بھٹو کے آمرانہ دور میں ایک سال ۲ ماہ قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ انہوں نے اپنی تقریر میں کہا کہ:

میرے بھائیو! باطل کے سامنے ہمیشہ ڈٹے جاؤ اور حق کا ساتھ مت چھوڑو۔ فتح ہمیشہ حق کی ہوتی ہے۔ چاہے اس میدان میں تمہاری جان بھی چلی جائے۔

مولانا محمد عمر کی تقریر کے بعد جناب عطاء اللہ صاحب مینگل جو ضلع خضدار جمعیۃ طلباء اسلام کے صدر ہیں نے اسٹیج پر آکر ان الفاظ میں اپنی تقریر کا آغاز کیا:

آپ کا یہ پرہجوم اجتماع اس بات کی بین دلیل ہے کہ آپ اسلام چاہتے ہیں، اسلامی نظام کو چاہتے ہیں، لیکن ہمارے ملک میں ایسے سرمایہ دار ہیں اور ایسے سیاستدان ہیں جو برسراقتدار ہیں۔ وہ اسلامی نظام نہیں چاہتے۔ وہ کہتے ہیں کہ یہ نظام فرسودہ نظام ہے اس کی ضرورت نہیں ہے

دوستو!

یہ سیاسی طور پر مضبوط ہیں، وہ جانتے ہیں کہ اگر اسلامی نظام آیا تو ان کا مضبوط ہاتھ ٹوٹ جائے گا جس سے وہ قوم کے سرمائے کو دونوں ہاتھوں سے لوٹ رہے ہیں۔

دوستو!

خواہ کچھ بھی ہو ہم انہیں برداشت نہیں کریں گے اسلام کے نفاذ کے لیے سر دھڑ کی بازی لگا دیں گے۔ دنیا کی کوئی طاقت اب اس راہ میں رکاوٹ نہیں بن سکتی۔ اور جو رکاوٹ بنے گی وہ پاش پاش ہو جائے گی۔ ہم اس ملک میں اسلامی نظام لائیں گے کیونکہ اس ملک کو ہم نے اسلام کے نام پر حاصل کیا تھا۔

افسوس کہ تیس سال گزرنے کے بعد بھی اس ملک میں اسلام نہیں آیا۔ یہی سرمایہ دار، یہی سامراجی قوتیں، برسراقتدار طبقہ جس کا گورنمنٹ پر اقتدار

ہے، لیکن عوام کے دل پر ان کا اقتدار نہیں ہے اسلام کی راہ میں روڑے اٹکاتے ہیں، لیکن ہم ان کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ اسلام کے منافی کوئی بھی قانون برداشت نہیں کیا جائے گا۔ اسلام تمام مسائل کا حل ہے۔ امن کا علمبردار ہے اور دنیا میں ایک ترقی یافتہ مذہب اور نظام ہے۔ انسانی زندگی کے تمام مسائل کا حل اسلام میں ہے۔ اس لیے ہم ایک ایسے معاشرے کی تشکیل کے حق میں ہیں جو مکمل اسلامی ہو۔

انہوں نے کہا کہ:

اسلام زندگی کا ایک ایسا ضابطہ حیات ہے جو انسانی زندگی کے ہر شعبے پر محیط ہے اور فطری طور پر عقل کے بھی مطابق ہے۔!

آپ نے کہا کہ:

اسلام صرف نماز اور روزہ کا نام نہیں ہے بلکہ اسلام ایک معاشی اور اقتصادی نظام ہے جس کے ہوتے ہوئے کوئی بھی مسلمان دوسرا ازم قبول کرنے کے لیے تیار نہیں ہو سکتا۔

انہوں نے کہا کہ:

ہماری سیاست کو قرآن شریف اور احادیث شریف سے روشنی ملتی ہے۔ ہم کسی قوم کا پرچار نہیں کرتے ہیں۔ ہمارا مسلک یہ ہے کہ ہم سب ایک قوم ہیں اور اسلام کے رشتے میں بندھے ہیں۔

آپ نے دعویٰ کیا کہ پاکستانی عوام نے اپنی قسمت کا فیصلہ کرنے کے لیے قومی اتحاد کو حق دے دیا ہے۔ ۷ مارچ اس کا فیصلہ انشاء اللہ ہمارے حق میں ہوگا۔

آپ نے کہا کہ:

پیپلز پارٹی کو میں پارٹی تصور نہیں کرتا، کیونکہ جمہوری اقدار میں پارٹی وہ ہوتی ہے جو عوام کے چشموں سے سیراب ہو، جبکہ پیپلز پارٹی حکومت کے ناجائز ذرائع سے گورنمنٹ کی قوت سے سیراب ہوتی ہے۔

اس لیے میں اس کو پارٹی نہیں سمجھتا ہوں۔ انشاء اللہ ۷ مارچ کو آمرانہ دور کا سورج عوام کے بڑھتے ہوئے سیلاب میں ہمیشہ کے لیے غروب ہو جائے گا۔

میں برسراقتدار طبقہ سے کہوں گا کہ قومی خزانے کو اپنے پارٹی مقاصد کے لیے استعمال نہ کرے کیونکہ اس کا ان سے حساب لیا جائے گا۔

آپ نے کہا کہ:

بلوچستان میں انتخابات کا بائیکاٹ ایک جمہوری اقدام ہے۔ یہ فیصلہ قومی اتحاد نے عوام کی فلاح کے لیے کیا ہے اور یہ صحیح اقدام ہے۔ آخر میں آپ نے لوگوں سے اپیل کی کہ وہ اسلامی نظام کے قیام کے لیے قومی اتحاد کا ساتھ دیں۔

جناب عطاء اللہ مینگل کی تقریر کے بعد صوبائی صدر جمعیۃ طلباء اسلام بلوچستان جناب سکندر خان عیسیٰ خیل ساتھیوں سے مخاطب ہوئے انہوں نے کہا کہ ـــــ:

جمعیۃ طلباء اسلام طلباء کی ایک ہمہ گیر تنظیم ہے اور پاکستان کی دوسری تنظیموں سے امتیازی خصوصیات رکھتی ہے۔ کیونکہ اس تنظیم میں مدارس اور کالج کے طلباء شامل ہیں۔ انہوں نے جمعیۃ طلباء اسلام پاکستان کا قیام اور کن مقاصد اور وجوہات کی بنا پر عمل میں آئی اور اس کا مقصد کیا ہے پر تفصیلی طور پر روشنی ڈالی۔

انہوں نے اپنی تقریر جاری رکھتے ہوئے کہا کہ انگریز لعین نے برصغیر پر اپنا تسلط قائم کیا اور پھر مسلمانوں پر اس کی حکومت قائم ہو گئی تو انگریزوں نے ایک ایسا نظام تعلیم برصغیر میں رائج کیا کہ اگر مسلمان مکمل طور پر عیسائی نہ بن سکیں تو کم از کم مسلمان بھی نہ رہیں۔ آج وہی نظام تعلیم ہے جس کے تحت ہمارے بھائی اور بہنیں سکولوں اور کالجوں میں تعلیم حاصل کرتے ہیں اور اس نظام تعلیم سے طلباء دینی ماحول، اسلام اور مذہب سے بے بہرہ ہوتے ہیں اور اسلام سے متنفر ہوتے جا رہے ہیں۔ یہاں تک کہ خدا تعالیٰ کے وجود کے بھی قائل نہیں ہوتے۔ اسی نظام تعلیم نے مدارس کے طلبہ اور کالج کے طلبہ کے درمیان ایک گڑھا اور ایک خلیج قائم کی اور ان کو ایک دوسرے سے جدا کیا۔ جمعیۃ طلباء اسلام نے اسی خلیج اور گڑھے کو پر کیا اور آج کالج کے طلبہ بھی ان کے شانہ بشانہ ہیں۔ جمعیۃ طلباء اسلام کا مقصد صرف اور صرف اس نظام تعلیم کو بدلنا ہے، مگر اس کے لیے ضروری ہے کہ پاکستان میں مکمل طور پر اسلامی نظام نافذ ہو اور اس اسلامی نظام کے لیے ہم قومی اتحاد کی حمایت کرتے ہیں جس کا منشور اسلام پر ہے۔

انہوں نے پی پی پی کے ظالمانہ رویہ کی سختی سے مذمت کی اور کہا کہ انشاء اللہ عنقریب پاکستان میں اسلامی انقلاب آئے گا اور پاکستان میں مکمل اسلامی نظام عدل قائم ہوگا۔

سکندر خان عیسیٰ خیل کی تقریر کے بعد جناب غلام رسول مینگل نے جمعیۃ طلباء اسلام کے ساتھیوں اور کوئٹہ شہر کے عوام کا تہہ دل سے شکریہ ادا کیا کہ جنہوں نے جمعیۃ طلباء اسلام کے جلوس اور جلسے میں شریک ہو کر اسے کامیاب بنایا اور اسی کے ساتھ جلسے کے اختتام کا اعلان کر دیا۔

جناب سکندر خان سے
اظہارِ تعزیّت

جمعیۃ طلباء اسلام بلوچستان کے صدر جناب سکندر خان عیسیٰ خیل کے والدِ مکرم گذشتہ دنوں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے ـــ!

انا للّٰہ و انا الیہ راجعون

جمعیۃ طلباء اسلام کے صدر میاں محمد عارف ناظم عمومی محمد فاروق قریشی، نائب صدر جاوید پراچہ ندیم اقبال اعوان، سراج احمد شاہ امروٹی اور دیگر صوبائی اور مرکزی عہدیداروں نے محترم سکندر خان عیسیٰ خیل سے اظہار ہمدردی کیا ہے اور دعا کی ہے کہ اللہ تعالیٰ مرحوم کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے اور پسماندگان کو صبر جمیل کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

رستم ضلع سکھر

جمعیۃ طلباء اسلام رستم ضلع سکھر کا ایک اجلاس گذشتہ ہفتہ بصدارت نذیر احمد صاحب منعقد ہوا جس میں صدر اجلاس کے علاوہ دین محمد قریشی اور بشیر نے تقاریر کیں۔ اجلاس میں عبدالغفور بروہی محمد سلیمان قریشی، عبدالغفار آرائیں۔ خیر محمد بروہی محمد حسن پنھوار، عبدالصمد بروہی، محمد اسماعیل بروہی، بشیر احمد مہر، عبدالصمد مہر، علی اکبر صاحب ابو دودا، ابوذر اور عبدالستار آرائیں نے شرکت کی اور قومی اتحاد کو اپنی طرف سے حمایت کی یقین دہانی کرائی اور مکمل حمایت کا اعلان کیا۔